

رجسٹرڈ وائل نمبر ۲۶۵

بیاد کاریم قوم حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گوی نذر اللہ مرقدہ

مجلس مرکزیہ حزب انصار بھیرہ و ادارہ عالیہ محمدیہ کاترجان

ماہنامہ

# شمس الاسلام

قیمت سالانہ  
معاویہ سے پانچ روپے  
عوام سے تین روپے  
کلیں

جلد ۱۶ بھیرہ (پنجاب) جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق مئی ۱۹۴۵ء نمبر ۵

## فہرست مضامین

نمبر صفحہ	صاحب مضمون	نام مضمون	نمبر شمار
۲	مینجر	مجلس مرکزیہ حزب انصار بھیرہ کا نئے سال اجتماع	۱
۴	از جناب مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل	درد مند دل کی صدا	۲
۲۰	مولانا عبد الغفار حسن صاحب عمر پوری	مسلمان اور کتاب و سنت	۳
۲۴	از جناب مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن	کالجوں کی تعلیم	۴
۳۰	از جناب ڈاکٹر خواجہ محمد ایوب صاحب بھیروی نذیل آگرہ	مشرقی کا مشرک کا عقیدہ	۵
۳۲	مدیر انقلاب	فاکساری فقہ پر مدبران اخبارات کے تبصرے	۶
۳۳	از سیر زادہ محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری	المنک حادثہ	۷
۳۵	جناب مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل	حامی ملت مولانا ظہور احمد صاحب گوی	۸
۴۱	از مولانا نذیر احمد صاحب عرشی وغیرہم	مرثیہ جات	۹
۴۵	مختلف اکابر	امیر حزب الانصار کا ہندوستان گیر ماتم {	۱۰

(باہتمام غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و پرنٹر منوہر پریس سرگودہ سے چھپکر بھیرہ پنجاب سے شائع ہوا)

# مجلس کریم حزب الانصار کا پندرہواں سالانہ نمائندہ اجتماع

ہزار ہا مزدومین کے کھانے کا بلا معاوضہ انتظام کیا گیا تھا کہ پیش چہ ہزار اشخاص کے قیام و طعام کا بندوبست حزب الانصار کی طرف سے کیا گیا تھا۔

۹ مارچ بروز جمعہ پہلا اجلاس ساڑھے گیارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد تمام حاضرین نے اسٹیشن پر جا کر آنے والے علماء کرام کا شاندار استقبال کیا۔ یکم اپریل چھٹی اشخاص کے قیام و طعام کا بندوبست حزب الانصار کی طرف سے کیا گیا

۹ مارچ بروز جمعہ پہلا اجلاس ساڑھے گیارہ بجے سے ڈیڑھ بجے

تک ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد تمام حاضرین نے اسٹیشن پر جا کر آنے والے علماء کرام کا شاندار استقبال کیا۔ اور وہاں سے ایک نہایت شاندار و بادوقی جلوس روانہ ہوا۔ اور شہر کے بازاروں اور جا بجا مزین اور خوبصورت تیار کئے ہوئے دروازوں سے گزرتا ہوا جامع مسجد پہنچا۔ ۴ بجے سے ۶ بجے تک دوسرا اور پھر ان کے ۱۲ بجے تک تیسرا اجلاس ہوا۔

۱۰ مارچ روز شنبہ چوتھا اجلاس ۱۰ بجے سے شروع ہو کر ۲ بجے تک رہا۔ اور پھر پانچواں اجلاس ۴ بجے سے ساڑھے چھ بجے تک جاری رہا۔ پھر اجلاس بعد از نماز عشا ساڑھے نو بجے شروع ہو کر ایک بجے تک با اس میں مولانا ظہور احمد صاحب گویا امیر حزب الانصار نے ایک نہایت دلدادہ و نگیز اور بہترین تقریر فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ حقیقی معنی میں اہل اسلام صرف اہل سنت والجماعت کا گروہ ہے مسلمانوں کے پاس ابتداء اسلام سے لیکر آج تک تین چیزیں ہر لحاظ سے قابل عزت و احترام ملی آتی ہیں۔ کعبۃ اللہ تعالیٰ، روضہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن مجید تا تاریخ اٹھا کر دیکھا چاہیے کہ کعبہ کی ظاہری باطنی

مؤرخہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ مارچ ۱۹۴۷ء بروز جمعہ، ہفتہ۔ اتوار یہ مقام جامع مسجد بھیروکل ہندو انتہادیشی کا نفرین کے عظیم الشان اجلاس منعقد ہوئے جس میں ملک کے طول و عرض کے کئی ہزار مزدومین سامعین کا شاندار اجتماع ہوا متعدد علمائے کرام مشائخ عظام اور قائدین ملت نے اجلاس میں شریک ہو کر اپنے علمی ادبیہ و حافی فیض سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔ مشائخ طریقت میں سے حضرت خواجہ نظام الدین صاحب مسند آرائے تولد شریف حضرت صاحبزادہ محمد مقبول الرسول صاحب جواد

نشین لہ شریف، صاحبزادہ محمد محبوب الرسول صاحب قلبی، صاحبزادہ محمد سعد اللہ صاحب سیالوی، مولانا محمد حنیف صاحب جواد نشین کوٹ مومن مولانا ذوق محمد صاحب سجاول نشین سوہیہ۔ مولانا مفتی عطا محمد صاحب دتوی دق اور وذا اجلاس ہوئے۔

## سُرخ پنسل کا نشان

یہ سالانہ چند ختم ہوئی علامت ہے، آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ دی پی کا انتظار نہ کیجئے کیونکہ جنگ کی وجہ سے دی پی فارم نہیں ملتے۔ لہذا اس عرضداشت کو نہایت ضروری تصور فرمائیں کہ سُرخ نشان دیکھتے ہی چندہ بذریعہ منی آرڈر سالانہ فراہم فرمائیں۔ (غلام حسین یلغیر)

علمائے کرام اور مبلغین اسلام میں سے مولانا ظہور احمد صاحب قاسمی امرتسری، مولانا محمد بخش صاحب مسلم بی۔ اے لاہور۔ مولانا خان محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ محمودیہ تولد شریف مولانا کریم شاہ صاحب مولانا محمد حسین صاحب شوق مولانا محمد حسین صاحب بلبل پنجاب مولانا حبیب الرحمن صاحب ہزاروی خطیب بھولال، مولانا سعید الرحمن صاحب ہزاروی۔ مولانا محمد یعقوب صاحب ہزاروی مولانا افتخار احمد صاحب گویا مولانا محمد غلام صاحب چھوڑی۔ مولانا اللہ بخش صاحب۔ مولانا حسین بخش صاحب چارباہری ملانی مولانا محمد امیر الدین صاحب جلال آبادی۔ مولانا سید ولایت شاہ صاحب اور دیگر کئی حضرات نے شرکت فرمائی۔

آلہ عکبر الصوت کا انتظام کیا گیا تھا مستورات کے لئے پردہ کا ملحدہ انتظام تھا۔ لنگر خانہ میں باہر سے تشریف لانے والے

حفاظت و پابانی پہنے کی۔ مدفن رسول کی جاہ و دبشتی ہمارے قسمت  
میں کی اور قرآن مجید کی لفظی و معنی ہر طرح کی حفاظت ہمارے ذریعہ  
انجام ہوئی۔ دنیا میں اسلام ہم نے پھیلا یا اور ہمارے سعی و ہمت سے  
مسلمانوں کو سیاسی اقتدار نصیب ہوا تھا آپ اپنی تقریریں زبانوں  
اور شیعوں کی خوب دھجیاں اڑائیں حزب لائبرل کے مقابلہ افراس  
کی خوب توضیح کی۔ اور اشتراکی فتنہ سے خاص طور پر مسلمانوں کو آگاہ  
کیا۔ اور فرمایا کہ خلاہ آپس کی نزاع و شقاق کو چھوڑ کر ان ہم قتل  
کے استیصال کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

آپ کی تقریر ایک نئے ملک جاری ہوئی اور تمام حاضرین جلسہ نہایت کن  
اطمینان کے ساتھ بہترین گوش ہو کر سنتے اور تہذیب ہوتے رہے۔

۱۱ مارچ بروز اتوار ساتواں اجلاس۔ اس سے پونے تین بجے تک  
جاری ہوا مختلف تقریروں اور نظموں کے علاوہ حضرت خواجہ نظام الدین  
صاحب تونسوی کی طرف سے مولانا خاں محمد صاحب صدر مدرس محمودیہ  
تونس شریف نے ان کا ایک پیغام سنایا کہ موجودہ زمانہ کے اکثر جلسوں  
اور جلسوں سے میرزا عثمان علی اور غفلت نہیں اسی لئے میں کسی جلسہ  
میں شامل نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ مجھے حزب الانصار کے مقاصد و  
اغراض سے پورا پورا اتفاق ہے اور میری نظروں میں یہ جماعت پورے  
اخلاص کے ساتھ دین کی جمیع خدمات انجام دے رہی ہے اس لئے  
میں تونسہ شریف چل کر یہاں حاضر ہوا ہوں اور اس جماعت کے  
جذبہ اخلاص کی کشش نے اس قدر دور دور از مقام سے مجھے  
یہاں پہنچا دیا۔ تمام مسلمانوں کو میری طرف سے پیغام اور مشورہ  
ہے کہ وہ اس گروہ کی ہر طرح امداد و اعانت کیا کریں۔ اور  
میری دعائیں اس جماعت کی ترقی و کامیابی کے لئے جاری ہیں گی  
نماز ظہر کے بعد آٹھواں اجلاس ساڑھے پانچ بجے تک  
دہا جس میں مولوی سید محمد شاہ صاحب بھروی نے ساجزادہ  
محمد مقبول الرسول صاحب سجادہ نشین لدہ شریف کی طرف سے ان کا  
ایک پیغام سنایا۔ اس کے بعد مولوی حسین بخش صاحب اختر چاہ  
یادی نے رفیق کے خلاف تقریر کی۔ اور امیر حزب الانصار نے  
دعائے فیروہ بخیر و عافیت کامیابی کے ساتھ جلسہ کے ختم

ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کر کے کانفرنس کے اختتام کا اعلان  
کر دیا۔ ساجزادہ محمد مقبول الرسول صاحب کا پیغام یہ تھا۔  
کہ مولانا ظہور احمد صاحب نے جو اپنا نصیب الہین بیان فرمایا ہے وہ  
مجھ فقیر کو نہایت پسند آیا ہے۔ اور میں اس کے ساتھ مکمل طور پر ہم  
خیال ہوں۔ مولانا صاحب بڑے مخلص انسان ہیں اس لئے میں نے  
ایک دوسرا ضروری سفر ملتوی کر کے اس جلسہ کی شرکت ضروری  
سمجھی جلسہ کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ حقیقت یہ سارا کام اخلاص پر  
مبنی ہے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو اس نیک  
مقصد میں کامیاب کرے۔

(امین)

اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش ہو کر بالاتفاق  
پاس ہوئیں۔

(۱) مجلس مرکزیہ حزب الانصار کا عظیم الشان سالانہ نمائندہ اجتماع  
حکومت پنجاب کے سامنے اپنے ان چار مطالبات کا اعادہ کرتا ہے  
جو کئی سال سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

(الف) جس کول میں ۵۰ فیصدی سے زائد مسلم طلبہ ہوں وہاں  
مسلمان بچوں کی ابتدائی مذہبی تعلیم کا انتظام ہر کارڈی خرچ پر  
کیا جائے (ب) قرآن کی طباعت و اشاعت بحق مسلمان مخصوص کرے  
قرآن کے احترام کے لئے بھی قانون نافذ کیا جائے۔ (ج) جو کہ  
دو مسلم ملازمین کیلئے نماز جو کیلئے کم از کم تین گھنٹہ کی تعطیل ہونی  
چاہئے (د) خلع ایکٹ کے مقدمات کے فیصلہ کے لئے مسلم ججوں کا  
تقرر کیا جائے۔

(۲) حزب الانصار کی عظیم الشان کانفرنس کا یہ سالانہ نمائندہ اجتماع  
مسلم لیگ کے ادب و باب بست و کشادہ مطالبہ کرتا ہے کہ کیونسلٹ اور  
سکولسٹ یعنی دہریہ خاص کو اپنے دائرہ رکینیت سے جلد از جلد خارج  
کرے اور مسلم لیگ کے ہر رکن کے لئے اسلامی شریعت کی پابندی  
لادنی قرار دے علاوہ ان میں یہ اجلاس مجلس احمد اسلام سے  
مطالبہ کرتا ہے کہ پورہری فضیل حق کے مضامین بعنوان "اسلام  
میں امر کا وجود نہیں" کی اشاعت و طباعت موقوف کر دے

## مقالات

# دردمند دل کی صدا

## علماء و مشائخ اور عام مسلمانوں کی خدمت میں التماس

عنوان بالا کے ماتحت ماہ مارچ ۱۹۷۵ء کے شمس الاسلام میں ایک مضمون درج ہو چکا ہے جس کو بتا کر مطلع کرنے سے پریس والوں نے انکار کر دیا تھا۔ اس بناء پر مضمون کا بہت سا حصہ جو بقول مالکان پریس قانون کی زد میں آ سکتا تھا حذف کرنا پڑا اس قطع و برید سے مضمون مذکور بے معنی سا ہو گیا۔ لیکن ہم مجبور ہیں اُمید کرنا ظہرین کرام ہیں معذرت سمجھ کر معاف فرمائیں گے۔ آج مضمون مذکور کی دوسری قسط درج ذیل ہے.....

..... قسط کے آخر میں ناظر دعوت و تبلیغ قادیان کے اعلان کی صرف دو تین سطریں نقل کی جا سکیں اس

اعلان کا بقیہ حصہ یہ ہے۔ (کا کا خیل)

”پس میں جماعت کو ایک رشتہ پھر ہوشیار کر دیتا ہوں کہ اسے ہندوستان کا تبلیغ کی اہمیت کو سمجھنا پڑ جائے۔ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے حضرت امیر المؤمنین (مرزا محمود) کے اس ارشاد کی تعمیل کی ہے کہ اگر واقع میں ان کے دل میں درد نہ ہوتا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ کھانا پینا اپنے اوپر حرام کر لیتے۔ اور اپنے غیر احمدی عزیزوں اور رشتہ داروں کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اور کہتے یا ہم مرجائیں گے یا پھر آپ کو ہدایت منوا کر دیں گے“ (ہدایت سے مراد قادیانیت کا جال نفردادہ دے یہ عجیب بیغی سنیہ گروہ ہے ادارہ) پس چاہیے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنے اندر جستی و بیداری پیدا کر کے تبلیغ احمدیت کی طرف پوری شرح متوجہ ہوں“

والفضل ۲۹ جنوری ۱۹۷۵ء

چودھری سرظفر اللہ حکومت ہند کے بڑے عہداروں میں سے ہونے اور خالص دنیا دار اور سرمایہ دار ہونے کے باوجود اپنی مرزا ایت میں اس قدر پختہ ہے کہ جس ملک میں بھی سرکاری کام پر جاتا ہے اپنے سلسلہ کے لئے بوری جدوجہد کرتا ہے سالانہ جلسہ میں باقاعدہ شامل ہوتا اور مال سے دماغ سے زبان سے غرض ہر ممکن صورت سے وہ اپنے سلسلہ کی خدمت میں شب و روز لگا رہتا ہے۔ اس دفعہ ولایت جاتے ہوئے ۲۱ جنوری کو جب کہ راجی گیا ہے تو ”احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن“ کے مایں اپنی جماعت کے لوگوں کو اس نے کیا نصیحتیں کیں۔ ہمارے سر اور خان بہادر اور اہل ذمہ دار اس کو عہد کی آنکھوں سے ملا لہ کریں کہ بڑے سے بڑے مرزائی کے دل میں باطل کی حمایت و تبلیغ کے لئے کیا جذبہ ہے۔ اور اپنے دل ٹوٹ کر خود فیصلہ کریں کہ انہوں نے اسلام کی آج تک ایک خدمت کی ہے۔

جو دھری صاحب نے کہا :-

## لاہوری مرزائی

لاہوری مرزائیوں کا اخبار پیغام جنگ یعنی  
"پیغام صلح" راوی ہے۔ کہ :-

"حضرت امیر محمد طوٹانے فرمایا گذشتہ سال ہم نے  
دولاکھ روپیہ کی اپیل کی تھی۔ وہ روپیہ قریباً  
قریباً پورا ہو گیا۔ اب دس لاکھ کی اپیل ہے۔  
اور اس پر جماعت نے لبیک کہا ہے جو عیت  
کے متعلق تحریک کی گئی۔ ساٹھ سے اوپر  
آدمیوں نے وصیت کر لی۔ وقت تھوڑا تھا  
ورنہ اور آدمی بھی نکلتے۔ دو تین اور  
تحریرات ہوئیں۔ اخباروں کے لئے تحریک  
ہوئی۔ اس پر لوگوں نے لبیک کہا۔ ایک اپیل  
ہوئی۔ دوسری ہوئی تیسری ہوئی۔ چوتھی ہوئی  
اور یہ جماعت لبیک کہتی ہوئی چلی گئی۔ اور میں  
سمجھتا ہوں کہ اگر اولہا میں بھی جتنی چلی جائیں  
تو یہ جماعت لبیک ہی کہتی چلی جاتی۔"  
جلسہ سالانہ کے موقع پر جتنی تحریرات جماعت  
کے سامنے پیش ہوئیں جماعت نے ان میں  
دل کھول کر حصہ لیا۔ اپیلیں ہوتی چلی گئیں اور  
جماعت لبیک کہتے ہوئے نہیں ٹھکی۔ یوں  
معلوم دیتا تھا کہ حضرت امیر جماعت کو اگر  
ارشاد فرماتے کہ مجھے اس وقت تمہاری  
جانوں کی ضرورت ہے تو ساری جماعت  
کہہ دیتی حضور ہم حاضر ہیں۔ حضرت نے پیغام صلح  
کی توسیع اشاعت کے لئے تحریک فرمائی اور  
جماعت نے چند منٹوں کے اندر سینکڑوں خریدار  
دینے تھے۔"

(پیغام صلح ۲۹ جنوری ۱۹۴۵ء)

حضرت امیر المؤمنین (مرزا محمود) نے تو اب اعلان  
فرما دیا ہے۔ کہ احمدیت کی ترقی کی دوڑ میں  
ہمارے ساتھ وہی چل سکے گا۔ جو ہمارے ساتھ  
دوڑ سکے گا۔ پس ہمیں چاہیے کہ حضور دین  
کی راہ میں جن قربانیوں کا ہم سے مطالبہ فرماتے  
میں ہم ان میں دوڑ دوڑ کر حصہ لیں۔ اس  
وقت حضور کے جو خطبات شائع ہوتے ہیں  
ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ ان کو غور اور  
توجہ سے پڑھیں۔ ان پر جلد عمل کرنے کی کوشش  
کریں۔ تا احمدیت کی اشاعت کے لئے حضور کو  
جو تڑپ ہے ہم عملی طور پر اس کے پورا کرنے  
والے ہوں۔ دوست دعا کریں کہ میرا یہ سفر  
سلسلہ کے لئے برکات کا موجب بنے۔"

(الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۴۵ء)

علی گڑھ یونیورسٹی پر مرزائی پروفیسروں کا قبضہ کچھ  
ہو گیا ہے۔ اور کچھ آہستہ آہستہ ہوتا جا رہا ہے۔ جب اساتذہ اور  
تربیت کرنے والے مرزائی ہوں جو ہر قدم ہر جگہ اپنی  
تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ وہاں پڑھنے والے  
طلبہ پھر مرزائیت سے کہاں بچ سکتے ہیں۔ بلکہ لادھی اثر یہ  
ہونے والا ہے کہ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر نکلنے والا ہر  
طالب علم ایمان سے فارغ ہو کر نکلے گا۔ گویا آپ کی اسلامی  
یونیورسٹی بھی قادیانیت کا دار التبلیغ بن گیا۔  
حضرات! آپ نے قادیانی مرزائیوں کے عزائم و  
خیالات اور سامعی مشومہ اور تیاریوں کو دیکھ لیا۔ آپ  
اس شجرہ خبیثہ کی دوسری شاخ لاہوری مرزائیوں کی جڑیں  
اور ہمتیں بھی دیکھئے کہ وہ اہلبیانہ راہ میں کیا جہد و جہد  
کر رہے ہیں۔

امیر نے کہا :-

"جو میں نے دو سال میں ۱۰ لاکھ روپیہ جمع کرنے کی تحریک کی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس سے بیرونی ملک میں مشن قائم کئے جائیں۔ اور ان کے واسطے پانچ سال کے لئے سامان جمع ہو جائے۔ اس روپیہ میں سے ایک حصہ یعنی دو لاکھ روپیہ جماعت کی توسیع و تربیت پر خرچ کیا جائے گا۔ جماعت کی تربیت سے مراد یہ ہے کہ ہمارے بچے جیو جان ہوں تو ان پر نقوش باقی رہیں۔ ہم ایک لاکھ روپیہ جماعت کی تربیت پر خرچ کریں گے۔"

پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۲۵ء

• ۱۷ جنوری کے اس پرچہ میں محمد علی کی جوتقہ پر شائع ہوئی ہے۔ اس میں نہایت ترہی اپنے عزائم اور بیگم و کشمکش کا ذکر اور اپنی جماعت کو بیدار کرنے اور ہر ایک کو اپنے مذہب کے مبلغ بننے کی تلقین ہے۔

اگرچہ لاہوریوں کی تعداد قادیانیوں کی نسبت کم ہے لیکن وہ بھی یورپ سے جوش و خروش کے ساتھ ملک کے گوشہ گوشہ میں مرزا صاحب کی سبقت و مجددیت کی تعلیم دیتے اور لوگوں کو اس کی غلامی کے حلقہ میں داخل کرتے ہیں۔ ہر جگہ ان کی جماعت پوری ہمت و کوشش کے ساتھ اپنے مسلک کی تبلیغ میں لگی ہوئی ہے۔ اور کفر و ارتداد کی پشاور بھی ہم مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے پھلتی پھولتی جا رہی ہے

لاہوریوں کے اخبار "پیغام صلح" ۱۳ جنوری کی اشاعت میں نمزم ۱۵ جنوری ۱۹۲۵ء کے مضمون "۱۰ غبار تیز گام" کا جواب شائع ہوا ہے جو مرکز تنظیم اہل سنت کی طرف سے شائع کیا گیا تھا پیغامی نے جس نیز و تندہ لہجہ میں مسلمان علماء کو طعنے دیئے ہیں اور اپنی

تبلیغی مساعی پر فخر و غرور کا اظہار کیا ہے اس کو دیکھ کر اب بھی اگر ہم خواب غفلت سے بیدار نہ ہوں۔ تو پھر آخر وہ دن کب ہو گا۔ جبکہ ہماری یہ حالت بدلی جائے گی۔ الفاظ بڑے سخت ہیں۔ مگر دل پر پتھر رکھ کر مجبوراً چند جملے نقل کرتا ہوں :-

"ہیں اس امر کے اظہار میں مطلق باک نہیں ہے۔ کہ موجودہ مسلمان علماء موجودہ زمانہ کے تقاضوں سے بحران طوفان پر غافل ہیں۔ اور اعلیٰ کلمۃ الحق کرنے کے لئے اور تبلیغ اسلام کے لئے ان کے دلوں میں حقیقی احساس بالکل مفقود ہے۔ اور معاشرہ کو کی تلخ فرائیاں ان کو تبلیغ اور تنظیم کے لئے آباد نہیں کر سکتیں۔ اور مرکز تنظیم اہل سنت کے دفتر میں ان لوگوں کی کام فرمائی سے روٹی پیدا نہیں ہو سکتی..... اگر ان علماء کے سینے میں زندہ ایمان موجود ہو تو وہ بغیر اپنے ماحول کو متاثر کر کے نہیں رہ سکتے..... (احمدیہ) کا امیر برائے تھوڑے وقت پر بیٹھ کر یورپ کو بنگالے ہوئے ہے۔ اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے علماء ایک معمولی محلہ کی تنظیم سے قاصر ہیں الخ ۲۱ جنوری ۱۹۲۵ء (مک)

ان جگہ و نہاد اور دل پاش طعنوں کے تیر کیا قلوب کو پھاڑنے کے لئے کافی نہیں ہے  
آنکھیں دکھا رہے ہیں تائے خدا کی شان  
اے آسمان ہر وہ خشاں کو یکساں ہوا

## شیعہ

شیعوں کا گروہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان فتنہ رہا ہے۔ محبت اہل بیت کے پردہ میں دین ایمان کی بیخ کنی اور صحابہ کرام کے ساتھ بغض و عناد

کی تحمید ہر ذی ان کا مخصوص شیوہ ہے۔ اس فرقہ کے ہاتھوں مسلمانوں کی سیاسی طاقت و قوت ہمیشہ ہر ملک میں تباہ و برباد ہوئی۔ اور ان کی ریشہ و دانیوں سے مسلمان ہر جگہ غلامی کی ذلت میں مبتلا ہوئے۔ اس گروہ کے باطل عقائد اور خرافات کی تبلیغ کے لئے آج کل کے ہندوستان میں آن کو مستقل تبلیغ و اشاعت کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ بہالت و نادانیت کی وجہ سے خود سنیّت کے مدعی غیر شعوری طور سے ہر محفل و مجلس میں اس مذہب کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ بیل میں سواہ ہو جائیں تو کہلا کی لائیں فرضی افانے بیل کے ڈب میں سینے پڑیں گے۔ "لال علی دا" "نواسہ رسول دا" "جگر قلم دا" وغیرہ وغیرہ ناموں سے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو مبالغہ آمیز اور خالص شیعیانہ نقطہ نگاہ سے پسپا مانگنے والے "نعت خوان" گاتے ہیں گے۔ اور اس شیعہ پردیگٹ "کی حوصلہ افزائی کے لئے آپ دیکھیں گے کہ سنی مسلمان ایسے لوگوں کو کچھ پیسے دے دے کہ خوش کریں گے اور آئندہ عطایا کی حرص میں بڑھ چڑھ کر شہادت نامے کا وظیفہ پڑھنے لگے۔ پس تمام آن پڑھ و اعظم مولود خوان قوال۔ جاہل سید سنیوں ہی سے روپیہ لے لے کر شیعوں کا کام کرتے اور فیض و تشیع کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اگر خود کرنے والے غور کریں تو جان سکتے ہیں کہ جو کام ایک منظم انجمن لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ کر کے سرگام نہیں دے سکتی شیعوں کے لئے وہی کام ہمارے سنی بھائی والے بھائی مفت کر رہے ہیں۔ اور زبان سے خواہ اپنے کو شیعہ کہلا نا کو مانا ہو لیکن عام ناخواندہ اور دیہاتی آبادی کی اکثریت کا دماغ شیعیت کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ اور کم از کم محرم کی بدعات میں تو اکثر مقامات پر ہمارے سے سناٹے "سنی" بھائی شاید شیعوں سے بھی زیادہ حصہ لیتے ہوں گے جاہل اور بے

عمل سید بھی اپنی برہمنیت اور بے جا محرمیت کے تحفظ و بقا کے لئے شیعہ معتقدات کی آڑ لے کر جاہلوں کو گمراہ کرتے اور مریدی کے جال پھیلا رہے ہیں۔ غرض مختلف اسباب و وجوہ کی بنا پر ہندوستان کی سرزمین کی ناخوامرہ آبادی میں شیعیت کے قبول کی استعداد موجود ہے۔ اب اس پر مزید یہ دیکھئے کہ شیعہ کس قدر تیار یوں کے ساتھ مسلمانوں کو شکرا کر گئے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

ان کے عوام اور تہذیب و تمدن کے بند طبقہ کو تو خیر چھوڑ دیجئے نئی روشنی سے مشنور وکیل، بیسٹرنج، سر اور خان بھلا نواب اور راجہ کیا کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اور کیا کچھ اسلمہ سازی کر رہے ہیں شیعوں کی ذہنیت ان کے چھوٹے بڑوں کی رواداری اور انصاف پسندی کا مظاہرہ اول تو اس وقت سے ہونا تھا جبکہ اپنی طاقت کے غرور پر وہ لکھنؤ کی سرزمین پر مدح و تعریف کی مافیت پر تلے ہوئے تھے۔ اپنے انگریز آقا کی خوشامدیں اور چاچا لوسیال کیں۔ ہندوؤں کے ساتھ رواداری برتنے پر آمادہ ہوئے۔ ان کی امداد حاصل کرنے کی ہر قیمت پر کوشش کی مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے اور ہولی کھیلنے اور نمائشہ کرنے پر رضامند ہو چکے لیکن دنیا کے ان جلیل القدر انسانوں اور پاک باز و مقدس نفوس کی تعریف و توصیف کے کلمات سننے ان کو گوارا نہ تھے۔ وہ اس سہا و گرامی جن کے متعلق بجا طور سے کہا جاسکتا ہے کہ

زباں پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا  
کہ میرے نطق نے تو سے مری زباں کیلے

ان کی نظروں میں ایسے مبغوض تھے کہ بازاء میں ان کو سن کر انہیں آگ لگتی تھی اور تیج و دم کھاتے تھے۔ پھر اس کے بعد شیعوں کی "مسلمانی" اس وقت خوب بے نقاب ہو گئی جب ان پاک نفوس کو گایاں دینے اور تبرائے شریف پڑھنے کے لئے وہ جوق در جوق ہندوستان کے مختلف

گوشتوں سے آکر لکھنؤ کے بازاروں میں مظاہرہ کرنے لگے۔ آہلی کے ممبروں اور وکیلوں تک نے اس میں حصہ لیا۔ عورتوں نے پردہ کو سلام کر کے اس فریضہ نہ ہی کو ادا کر دیا۔ راجہ صاحب سلیم پورہ سید علی ظہیر نے بیانات شائع کر کے مدح صحابہ کی اجازت کو سخت ظلم قرار دیا۔ سر سلطان احمد وفدے کے وزیر اعظم یو۔ پی کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے تھے کہ ہم کو تبرے کی اجازت دینی چاہیے۔ وزیر محسن بال بچوں سمیت نہرو کے پاس گئے کہ اپنی مظلومیت کا اظہار کر کے دادخواہی کرے بیان پر بیان شائع ہوئے۔ اور حکومت کو مدح صحابہ کی اجازت پر دہلیاں دی گئیں۔ پنجاب کے دارالاسلام سے کئی ہزار شیعہ براہ کچنے کے سلسلہ میں وہاں گرفتار ہوئے اور تمام بالائے ستم یکہ شیعہ پیروں کے جاہل سنی کہلانے والے مرید بھی اس مہم میں شامل ہوئے۔ پس کیا تبرہ کی اس تحریک کے بعد بھی کسی کو اس میں کچھ شک و شبہ رہ سکتا ہے کہ شیعہوں کا فتنہ ایک خطرناک اور مہلک فتنہ ہے اور اس باطل کی تردید و ممانعت ایک اہم فریضہ ہے

شیعوں کے بڑوں کو بھی بغض صحابہ میں اس قدر انہماک و توجہ ہے کہ گزشتہ سال آل انڈیا ریڈیو کمیشن دہلی سے مدح صحابہ کے متعلق کوئی نظم سنائی جانے والی تھی۔ جب شیعہوں کو اس کا پتہ لگا تو لکھنؤ سے ایک وفد دہلی آیا اور مفتاحین سے اس کو روکوا دیا۔ ہمارے دادا دادا میں سے کسی نے چوں تک نہیں کی اور غفلت کی نیند سوئے رہے۔ اب اس سے بڑھ کر بے غیرتی اور کیا ہوگی۔ کہ صحابہ کی مدح میں ایک نظم سنائی جاتی ہے۔ مگر دشمن کو یہ بھی منظور نہیں اور ہم خاموش ہو گئے ہیں کہ چلو خیر ہے کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن آوے

ایک طرف تو ہماری یہ غفلت شمار کیا جاتی ہے۔ اور دوسری طرف دیکھئے کہ عام پردہ پیگڈاکے علاوہ لکھنؤ میں

مدرسہ الوداعین بڑے بڑے فوجیوں اور راجاؤں کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ اور سینوں کے مقابلہ کے لئے مبلغ و مناظر تیار کئے جاتے ہیں۔ لاکھوں کا سرمایہ اس کام کے لئے وقف ہے۔ راجہ محمود آباد نے گزشتہ سال اپنے لڑکے کی شادی کے موقع پر خوشی کے طور سے غالباً ایک لاکھ روپیہ مدرسہ الوداعین کو چنڈہ دیا۔ بتایا جائے ہندوستان بھر میں کس کسٹی میں کس کسٹی اور پتی اور نواب نے خوشی کی تقریب پر کسی خالص مذہبی ادارے کو ایک ہزار کی رقم بھی کبھی دی ہو؟ اسی مدرسہ الوداعین سے ہر سال مبلغ تیار ہو کر ملک کے اطراف میں پھیل جاتے ہیں۔ ان کو باقاعدہ تنخواہیں ملتی ہیں۔ شیعہ مذہب میں ایسے بھی عیاشی اور دلچسپیوں کا سامان کافی ہے۔ بڑے بڑے روٹا کی مالی امدادیں بھی پشت پناہی کرتی ہوں تو ظاہر ہے باوجود ناحق ہونے اور ناحق سمجھنے کے پھر بھی بہت سے ضعیف القلب لوگ پھسل جاتے ہیں اور ان مبلغوں کو کامیاب ہو جاتی ہے۔ پنجاب و سرحد میں ان مبلغوں کی ایک کثیر جماعت گمراہی پھیلانے کے لئے پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ معلوم ہر سال لکھنؤ کا ایمان لوٹ لے جاتے ہوں گے۔ ہم کو اس لئے محسوس نہیں ہوتا کہ ہم میں سے بعض تو غفلت کی نیند سوئے پڑے ہیں۔ اور بعض کو سیاسی مصالح "وین نظری" اور "رواداری" کی وجہ سے ایمان باتوں سے دلچسپی نہیں کہ وہ پتہ لگائیں کہ شیعہ بیڑے نے آکر اس کے ریوڑ میں سے کس قدر بھڑپیں شکار کیں۔ کیونکہ وہ بھڑپے کو بھی اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ اور اس کی ہر دند کی تاویل کر سکتا ہے۔ اور کر رہا ہے۔

لکھنؤ لاہور وغیرہ مقامات سے شیعہوں کے اجارہ اور مسائل نکلتے ہیں۔ اور ان میں وہ رواداری اور وسعت نظر ہرگز نہیں جو ہمارے سنی اجارہ دہیوں یا



پھر پریش جراثمت دل کو چلا ہے عشق  
سامان صد ہزارہ سکداں کئے ہوئے

### شیعہ صنعتی کالج

راجہ محمود آباد اور دہ کے دوسرے  
نوابوں کی ان انھک کوششوں کے  
علاوہ شیعہ والی ریاست راجپور بھی اقتصادی طور سے اپنی  
قوم کو مالا مال رکھنے کی سعی و کوشش میں لگا ہوا ہے چنانچہ  
"وہ اپنی قوم کے واسطے ایک عظیم الشان صنعتی ادارہ  
کھولنے کی تحریز فرما رہے ہیں۔ آپ نے چند ہی تحریک فرمائی  
اور تھوڑی مدت میں تقریباً چھ لاکھ روپیہ جمع کیا اور  
یہ چندہ ۱۰ لاکھ روپیہ تک پہنچ جائے گا۔ کیا تعجب ہے کہ یہ  
صنعتی ادارہ جو سرکار راجپور کی سرپرستی میں کھولا جا رہا  
ہے ہندوستان کی شیعہ دنیا کو مالا مال کر دے۔"

(اخبار رضا کاریم ستمبر ۱۹۲۲ء)

کیا ہمارے کسی والی ریاست کو اگر وڈپنی اور نواب کو  
بھی کبھی یہ خیال آیا آنے کی امید ہے کہ وہ خالص سنیوں  
کو "مالا مال" کرنے اور گدارے کا سامان جہاں کر کے ظہر  
ہر گربہ دران "بن جانے سے محفوظ کرنے کے لئے کوئی  
صنعتی ادارہ کھول دے گا؟

شیعہ دنیا کی یہ تیاریاں مالی، علمی، ادبی، سیاسی ہر  
طرح غلبہ حاصل کرنے کے لئے جبر و جہاد و دُر دھوپ  
کا آپ مندرجہ بالا چند باتوں سے اندازہ کر لیجئے۔ اور  
پھر خود سوچ لیجئے کہ ایسے وقت میں خواب خروٹوں اور  
تن آسانی کس قدر جرم عظیم اور دین و اسلام سے  
غدار ہے۔

اٹھئے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

### چکر الویت

خطرناک نقصان میں سے ایک  
عبداللہ چکر الوی کا بھی ہے جس کے پیروں کی

اخبار پیشہ حضرات کو نصیب ہوئی ہے۔ ان کے تمام صفحات  
اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ وہ اپنے  
کاموں کو اپنے مذہب کی حفاظت اور دوسروں کی تردید  
کے لئے مخصوص کر سکتے ہیں۔ ان کا ہر مقالہ اپنی قوم  
کی تنظیم و تقویت کی کوششوں کے لئے ہوتا ہے۔ اور  
وہ ہر وقت اپنی قوم کو بیدار کرنے کے لئے مصروف  
عمل رہتے ہیں۔ "رضا کار" اپنی قوم کے لئے رضا کارانہ  
خدمات انجام دے رہا ہے۔ "سرفراز" اپنے مذہب کی  
سرفرازی کے لئے کوشاں ہے۔ "الواعظ" ہر وقت  
اپنے فرقہ کو غلط سنانا ہوا نظر آتا ہے۔ اور ان سب کا  
سارا افعلی ذریعہ سنیوں کے خلاف خدج ہو رہا ہے۔

اور دہ کے شیعہ راجاؤں اور نوابوں میں سے  
راجہ محمود آباد ایک بڑی ریاست کا رئیس اعظم اور  
صاحب دولت و ثروت شخص ہے۔ اور اس کا تمام  
سیم و زر اور قابلیت و لیاقت شیعیت کے فروغ کے  
لئے استعمال ہو رہی ہے۔ وہ مسلم لیگ میں جائے قود ہاں  
رفض و تشیع کے اثرات ڈالے بغیر نہیں رہتا۔ اور اس  
لئے مدح و ستائش و تبرائجی فیشن کے زمانہ میں مسلم لیگ  
بالکل خاموش رہی اور کلمہ حق زبان سے نکالنے پر  
قادر نہ ہو سکی۔ جہاں مالی قرائی کا موقع آئے تو بھٹی اہ  
صاحب اپنی فداکاری کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور اسی  
کے بل بوتے پر محمود آباد کی شیعہ ریاست میں سنی مسلمانوں  
پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ اور خانہ جنگی اور فسادات  
کے مواقع پیش آتے ہیں نہیں۔ راجہ صاحب کی سرپرستی  
میں اب شیعیت کا ایک نیا ہرنگ زمین دام پھیدا یا جا رہا  
علی گڑھ سے "جمعیت اسلامی" اور تحریک قرآن کے  
نام سے تحریک اٹھائی گئی ہے اور قرآن مجید کی تفسیر و  
تشریح شیعہ رنگ میں پیش کرنے کو خدمت قرآن کہا  
جا رہا ہے۔

یا امت مسلمہ یا امت مسلمہ کے نام پر متعدد مقامات میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ عوام تک ابھی ان کی پوری رسائی نہیں ہوئی۔ لیکن ہوا پستوں اور حدود و قیود شرعی سے آگاہ ہونے کی خواہش رکھنے والوں کا ایک گروہ اپنی نفسانی خواہشات کو یہاں پاکر اس کی طرف رجوع کر رہا ہے۔ ان کے ہاں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تشریحی حیثیت نہیں۔ وہ نہ صرف وقتی باتیں تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے گفتگو کرتے۔ اور آپ کے انتقال فرمانے کے ساتھ حدیث بھی ختم ہے۔ ہمارے لئے مسئلہ بامقہ کافی ہے اور وہ حقیقت یہ لوگ اس طریقہ سے چاہتے ہیں کہ بالکل شریعت کو ادا کریں اس گروہ کی طرف سے رسائل شائع ہوتے ہیں کتابیں چھپ کر پھیلتی ہیں۔ اور ان کے ادارے بھی نہایت جانفشانی اور کوشش کے ساتھ اپنے اس مسلک کی اشاعت و تبلیغ میں لگے رہتے ہیں۔

## خاکساریت

مشرقی کا قفقہ چند سال قبل جس زبرد شوہ کے ساتھ ہندوستان بھریں اٹھا تھا۔ اور تمام نوجوانوں کو گمراہی کی آگ میں دھکیل رہا تھا۔ بعض حالات نے آج کل اس کو دبا دیا ہے۔ اور وہ جنگ مہارانی اور چیل ہیل "عسکری نظام" کیمپ مصنوعی لڑائیاں وغیرہ جاذب توجہ چیزیں ختم ہو گئی ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہمارے بعض مسلمان بھائی سمجھ رہے ہیں کہ بس اب یہ فتنہ دبا دیا گیا۔ اور اس کا سرکچل دیا گیا۔ اور اس کے تمام وہ خطرات ختم ہو گئے جن کی بنا پر دیندار طبقہ اور اہل علم کہ وہ اس سے نفرت کر رہا تھا۔ لیکن جہاں تک میرا اپنا نظریہ ہے۔ یہ آگ ابھی بجھی ہوئی نہیں۔ ہم تو مشرقی کے عسکری نظام اور خاکساروں کے جوش سے نہ کوئی دشمنی تھی اور نہ کوئی خطرہ کہ اس کے استیصال سے ہم مطمئن ہو جائیں ہم کو تو بلند اس کے معتقدات سے،

لکھے ہوئے مضامین سے، تذکرہ اشادات وغیرہ کتابوں سے، ائمہ دین اور علمائے سلف کے متعلق ہرزہ سرانی سے اختلاف تھا۔ اور صرف اسی بنا پر ہم اس کو ایک خطرہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اسلام کی اصل شکل صورت کو بگاڑنا اور قرآن مجید کی بالکل نئی اور من گھڑت تفسیر و تشریح کر رہا ہے۔ اور اس کی تعلیمات کا یہ حصہ اور ہرزہ سرانیوں کا مجموعہ اب بھی موجود ہے۔ اور ہزاروں نوجوان اس کی ضلالت کو راہ ہدایت سمجھے بیٹھے ہیں۔ تذکرہ سے وہ اب بھی ایک "پانچ" نہیں ہٹا اور نہ ہٹنے کو ابھی تک تیار ہے۔ کفر و الحاد کی جو تہمید بیزی وہ نوجوان کے دماغوں میں کر چکا ہے۔ اس کے پھل پھول ظاہر ہونے لگے ہیں۔ مولوی کے مذہب یعنی صحیح اسلام کو اب بھی غلط کہا جا رہا ہے۔ علم و علماء کی وقعت اٹھ گئی ہے۔ اور شعائر اللہ کی تضحیک بالکل مشرقیہ ڈھنگ پر اب بھی ہو رہی ہے۔ پس یہ یقین ہے کہ مشرقیت اپنے پورے اثرات کے ساتھ اب بھی موجود ہے۔ صرف اس کی سیاسی پوزیشن خود اس کے "رقیبوں" نے گھٹا دی ہے کیونکہ "رقیبوں" کو صرف اس کے اسی حصہ کے ساتھ اختلاف تھا۔ اور ان کو خطرہ تھا کہ ہم سے کہیں بڑھ نہ جائے۔ وہ نہ ظاہر ہے کہ ابتدا میں اس تحریک کو فروغ زیادہ تر انہی گروں کی پشت پناہی سے حاصل ہوتی رہی ہے۔ ہر جگہ میں اکثر یہی حضرات مشرقی اور خاکساروں کی حمایت پر علماء و کرام کے سامنے آجاتے۔ اور جہاں تک صوبہ سرحد کا تعلق ہے یہ یقینی ہے کہ خسان پیادہوں اور خزانین کی اولاد اور ان کے نوکر چاکر خاکساریت کے لباس میں ملبوس ہو کر پیچھے آتھائے اور دین و مذہب کے مقابلہ اور علماء کی تذلیل کے مواقع پر وہی حضرات ان کی سرپرستی کرتے اور ہر قسم کی راہداری دیتے رہتے ہیں جب تک سیاسی طور سے لیگ کی رقابت شروع نہ ہوئی تھی تو انہوں نے مذہب کا کوئی خیال نہ رکھا۔ اور ہندوستان بھر کے علماء و کرام کے

فتوؤں کے باوجود پھر بھی مشرقی ان کے ہاں ایک مرد مومن اور ولی کامل تھا۔

”خدا اثرے بلنگیز دکم خیر ما دہاں باشد“ مشرقی کی ناعاقبت اندیشی سے مارچ سنہ کے اجلاس لاہور کے موقع پر خاکساروں کی گڑبڑ سے جب ٹیک کا جلسہ بے رسی ہو گیا۔ تو وہ لوگ جو کتنے سال تک مذہب کی تنقیص و توہین کو خاموشی سے برداشت کرتے رہے۔ صرف جلسہ کی بے رسی اور نیکو سرکندہ کی خاطر مشرقی سے کچھ آندہ خاطر ہو گئے۔ اور بعض بعض حضرات حرف شکایت زبان پر لانے لگ گئے۔ پھر بھی بہت ایسے تھے جن کی ہمدردیاں مشرقی صاحب کے ساتھ تھیں مشرقی نے تمام علماء سلف پر تنقید کی۔ تمام ادیب و صحیفہ کو سب و ستم کے تیردن کا نشانہ بنایا۔ علماء کرام کے متعلق گندے سے گندے الفاظ استعمال کئے۔ لیکن کسی باخیر مسلمان کو بدبوش آیا اور نہ مشرقی سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کیا گیا۔ لیکن جب گذشتہ سال اس قائد نے دوسرے ”قائد اعظم“ پر تنقید کی اور ایک خاکسار نے دربار عالی میں کچھ گفتاخی اور چابکدستی کی تو تمام اقلیم ہند میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ اور جس کے متعلق بائیک بین اور دوہین مولویوں کی بات بڑی بے پروائی کے ساتھ ٹھکرائی گئی تھی۔ اس سے بیزاری کے اعلان ہونے لگے (واللہ اعلم) فقد كنت في غفلة من هذا افلشفنا عنك عظامك فبصرك الیوم حدید، لیکن خیر میں ہم غنیمت است۔ اس کو نہ بھولا چاہیے کہنا صبح جو جائے اور آئے شام ہاں تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خاکسار بیت کا جس قدر حصہ مذہب کے لئے مفراور جہلک تھا وہ اب بھی ہے مشرقی ہاتھ پیرا کر اور ادھر ادھر کو شش کر کے پھر اپنے اقتدار کو بحال کرنے کی نگرانی میں ہے۔

اب کانگریس کی گود میں جا کر بیٹھا چاہتا ہے۔ گاندھی جی ارد ہندوؤں کی خوشامدیں کرتا پھرتا ہے۔ اگرچہ وہ منہ بھی نہیں لگاتے۔ اور

کس نہ مے پرسد کہ بھیا کون ہو  
تین ہو یا ڈیڑھ ہو یا پون ہو  
لیکن ”امیر مطاع“ خود ان زمان میں تیرا جہان۔ ہر ہر بات پر تاریں دیتا اور اعلان شائع کرتا ہے۔ کبھی اس کو ہندو مسلم اتحاد کی سوجھتی ہے۔ کبھی باہمی مصالحت کے لئے کوششوں کو اپنا مشن قرار دیتا ہے۔ غرض مختلف حیلوں و توالوں اور چال بازیوں سے پھر مسلمانوں کی نظروں میں درت حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ درد قومی اور خیر خواہی ملت کا یقین دلا کر پھر قائد بن کر فوجوانوں کو گمراہ کرے۔ اس کدورت کو ہم سمجھتے ہیں

دھب میں یہ خاکیں ملانے کے  
خدا کرے کہ اس کو اپنے اس مقصد میں کامرانی نصیب نہ  
ہو اور وہ نامراد ہی رہے لیکن جن سینوں میں مذہب کے لئے تڑپ رکھنے والے دل موجود ہوں۔ وہ آثار شر و فتنہ دیکھ کر ابھی سے کیوں مضطرب نہیں ہوتے۔ جنگ کی دہ سے عسکری نظام اور وردیوں اور میلوں کی زرق برق اور نمائش تو نہیں ہو سکتی لیکن شاید جنگ کے بادل چھٹنے کے بعد انہیں چالوں کو پھر پھیلانے لگے۔ اور جس طرح پہلے بھی وہ ان نمائشوں اور مظاہروں ہی کی وجہ سے عوام کو اپنی طرف کھینچ سکا ہے۔ اب پھر کھینچ کر مزید شعلات و نباشت پھیلانے۔ پس ابھی سے سمجھا چاہیے کہ بالکل کی اس قوت سے بھی ہم کو شاید پھر ٹکر لینی پڑے۔ لومڑی کے شکار کے لئے بھی شیر کے شکار کا سامان پہلے سے جہیا کرنا چاہیے۔ اور ایسے سائل و ذرائع سوچنے ہیں جن سے یہ طاقت پاش پاش اور بالکل ہمیشہ کے لئے فنا ہو سکے پس

عنادل باغ کے غافل یہ بیٹھیں آشیانوں میں

## اشتراکیت

سب سے زیادہ خطرناک اور اہم طوفان جس کی تباہ  
خیزیاں اور ستم راینیاں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اشتراکیت کا  
وہ فتنہ ہے جو نئے نوجوانوں میں بڑی سرعت کے ساتھ پھیل  
رہا ہے۔ آج ہر نوجوان پر مارکسیت اور سوشلزم کا بھوت  
سوار ہے۔ خدا کے وجود کے متعلق شکوک و شبہات ڈالے  
جا رہے ہیں۔ روس کے اقتصادی نظام کو تمام نظاموں سے  
اعلیٰ اور کامیاب قرار دینے کی تبلیغ و اشاعت ہو رہی ہے  
ملک کی سب سے بڑی اور اہم جماعت کانگریس میں تو عرصہ  
سے خدا کے باغی اور منکر لینن و مارکس کے معتقد۔ اور  
مذہب و مذہبیات سے نفور لوگ ذمہ دار عہدوں پر موجود  
ہیں۔ اور ان کے اثر سے متاثر ہو کر بہت سے پر دہاشی  
اور ریشلی مسلمان بھی نقالی کر کے اپنا دین و ایمان غارت  
کر چکے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ رسائل و اخبارات میں علی الاعلان  
مسلمانوں جیسے نام نہاد کھنے والے اشیاء کی طرف سے  
صاف و سترح الفاظ میں لامذہبیت اور دہریت کے مضامین  
شائع ہوتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہمارا مقصد مذہبی گٹھ  
یہی ہے۔ کہ "کھانے کو روٹی ملے۔ پہننے کو کپڑا ملے رہنے پہنے  
کے لئے مکان ملے اور پہلو میں ایک تو آئی بیٹی ہو اور سب  
اور ستم بالائے ستم یہ کہ یہی لوگ اور اس قسم کے مسلمان"  
مسلمانوں کے سر پر سوار ہیں۔ اور مسلمانوں کی لیدری اور  
قیادت کا دعویٰ کرتے اور مسلمانوں کے ایک نمایندہ کے طور  
پر معاملہ میں گفتگو کرتے ہیں۔

"عقل انگشت بہ دندان ہے اسے کیا کہیے  
یہی ڈاکٹر اشرف، منظر رضوی، باری، ڈاکٹر شوکت وغیرہ  
وغیرہ مختلف پیراؤں اور طرح طرح کے عنوانوں اور  
صور توں میں ایسی مارکسی ذہنیت اور اشتراکی مذہب

کی اشاعت کرتے اور ہندوستانیوں کو ایک قوم بنا رہے  
ہیں۔ اور کانگریس کے فار و ڈوڈ بلا کر، اور سوشلسٹ افراد  
کی یہ باد ہاں سے تقدی و تجاؤز کے ابسولٹوں کی  
مخصوص جماعتوں میں بھی پھیل رہی ہے۔ اور اس قسم کے  
لوگ مسلم لیگ میں بھی اپنا اثر بڑھانا اور قبضہ کرنا چاہتے  
ہیں۔ بعض لوگ تو ذرا جرأت کر کے اور علانیہ اپنی بے  
دینی اور دہریت کا اظہار کر دیتے ہیں۔ اور اپنے متعلق کسی  
اشتبہ کا پردہ پڑا رہنے نہیں دیتے۔ اور صاف لفظوں  
میں مارکسی نظام کی ترجیح بر نظام حتیٰ کہ اسلامی نظام  
پر بھی دے کر ان پر اپنا ایمان و ايقان بتا دیتے ہیں لیکن  
بعض لوگ منافقانہ پالیسیوں سے کام لینا چاہتے ہیں۔  
اور اپنے باطنی کفر و ایتیاہ کو انفاذ کے ہیر پھیر میں چھپا کر  
مسلمانوں کا لبیل چدا کر نا نہیں چاہتے۔ اسلامی مساوات کے  
مسئلہ کو لے کر اس کو اشتراکی مساوات پر چسپان کرنے کی  
کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کے فطری اور طبعی موزون  
و مناسب مساوات اور اشتراکیت کے غیر طبعی اور غیر فطری  
مساوات میں کس قدر بون بعد اور افتراق ہے۔ بلند آہنگی  
سے کہا جا رہا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے ذاتی ملکیت ناجائز  
اور غلط ہے۔ اور اس سلسلہ میں پھر سارے مفسرین پر ہاتھ  
صاف کیا جاتا اور اپنی مجتہدانہ نشان دکھائی جاتی ہے۔ اور  
اگر دلیل کا مطالبہ کیا جائے یا دلیل پیش کی جائے تو پھر کہا  
جاتا ہے کہ تمام اسلامی روایات اور لٹریچر شہنشاہیت  
کے قلم میں سینکڑوں برس غوطے کھا کھا کر ہم تک پہنچے  
اس لئے اس سے استدلال کرنا ہی غلط۔ اب بتائیے  
ایسوں کو کیا جواب دیا جائے؟

تہیں کہو کہ گدارا صنم پر سنوں کا  
توں کی ہوا اگر ایسی ہی ٹوٹو کیوں کر ہو  
اشتراکی ہندوؤں کے متعلق تو ہم کو کچھ کہنا نہیں لیکن  
مسلمان فائدوں کے چشم و چراغ اور بہت سے ذہین فہم

اس مرض میں گرفتار ہو جاتے ہیں مسلمانوں کے رسائل و اخبارات میں اس قسم کے مقالات شائع ہو رہے ہیں جن سے اشتراکیت کی پرورش و آبیاری ہو رہی ہے۔ ادبی دائرے اور بعض "علمی ادارے" ادب نوازی اور علم پروری کے نام سے ایسے مضامین، رسائل اور کتابوں کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں جن سے بالواسطہ یا بلاواسطہ لادینی کی اس تحریک کو فروغ و تقویت حاصل ہوتی رہتی ہے کیا اس سے بڑھ کر ہمارے اور بدقسمتی ہوگی کہ جامعہ ملیہ جو مسلمانوں کا ادارہ اور مذہبی ادارہ کہلایا جاتا ہے۔ اس کے مطبوعات کی فہرست میں ہم کو بیت سی ایسی کتابیں مل رہی ہیں جن کے مطالعہ کے بعد قوم کے نو بہاؤں کے باغ میں مذہب اور مذہبی روایات اور مکتب سے ایک بغاوت و سرتابی کا مادہ یقیناً پیدا ہو جاتا ہے جب جامعہ ملیہ جیسے "مرکز ملت" کی طرف سے نوجوان اور کارنامہ حیات میں نوازہ و مسلمان کے ہاتھ میں جو اہر لال نہرو کی "جگ بیتی" اور دو ترجمہ کر کے بڑی اہمیت کے ساتھ دی جاتی ہے اور وہ اس میں یہ پڑھتا ہے کہ :-

(۱) "مجھے دوسری دنیا یا عاقبت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ مجھے اس دنیا کے کاموں سے فرصت کہاں ہے میں مطمئن ہوں اگر یہاں مجھے اپنا راستہ صاف نظر آ جائے یعنی اگر میری سمجھ میں آ جائے کہ یہاں میرا فرض کیا ہے۔ تو مجھے دوسری دنیا کی کوئی فکر نہیں۔"

جگ بیتی حصہ اول ص ۴۹

(۲) "روایات میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں لیکن بعض اوقات یہ ایسا زبردست بوجھ بن جاتی ہیں کہ ہمیں آگے قدم بڑھانا مشکل ہو جاتا ہے۔" (ص ۴۹)

(۳) "حکومت نے اکثر خدا اور مذہب کی آڑ لے کر

دوسروں کو بے وقوف بنانے اور اپنی قوت بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ عام لوگوں کے لئے راہ بادشاہ اور بڑے بڑے مذہبی پیشوا بھی دیوتاؤں کی طرح مبہم اور خیالی ہستیاں ہوتے ہیں۔ ..... عرض بچپن ہی سے ہیں مختلف شکلوں میں قوت و اقتدار کی پرستش کرنا سکھائی جاتی ہے یہ سب خوف کی اطاعت ہوتی ہے محبت کی نہیں۔" (ص ۲۵)

(۴) "انسان کی اس جستجو کا کیا مقصد ہے۔ اور وہ کہ ہر جا رہا ہے ہزاروں برس سے انسان ان سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ مذہب فلسفہ سائنس سب نے ان سائل پر غور کیا۔ اور طرح طرح کے جوابات دیئے مذہب نے مختلف طریقوں سے اپنے فیصلے کو جبر منوانے کی کوشش کی .... مجھے یہ کہنے کی چنناں ضرورت نہیں ہے کہ ذاتی طور پر میں سائنس اور سائنس کے طریقہ کار کو ترجیح دیتا ہوں۔" (ص ۳۸۹)

تو کیا ایسی کتابوں کے مطالعہ کرنے کے بعد اس نوجوان کا دماغ اگر سرکش اور خدا سے بغاوت کے لئے آمادہ ہو جائے تو اس میں اس بیچارے کا اتنا تصور تو نہیں جتنے ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اس کو یہ دھتورا کھلا کر دیا اور پاگل کر دیا ہے۔ اور اب وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ہے۔ افسوس کہ

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مرے جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہو ا دیئے گئے

سیاسی پلیٹ فائروں اور سٹیجوں  
فلسفہ ادب و شاعری کے علاوہ ادبی محظوظی میں سے  
بھی اب روز بروز اس قسم کی تحریکیں اٹھتی ہیں شعروں

میں الحاد و بے دینی کے اشعار سنائے جاتے اور ان پر خوب داد ملتی ہے۔ شاباش اور مرجا کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ جو جس قدر زیادہ گستاخی کے ساتھ مذہب کی توہین و منہفیس کرے۔ اس کے تحیلات کی بلند پروازی اور ذہن کی نکتہ آفرینی کی خاص تعریف کی جاتی ہے۔ "مالن اور جاسن دالیوں" والا جوش ملیح آبادی آج کل اپنی دہریت و الحاد کو نہایت گندے اشعار کے لباس میں جلوہ گر کر رہا ہے۔ مزدوروں اور کاشتکاروں کے ساتھ دنی ہمدردی کے پردہ میں خداوند قدوس کی شان میں گستاخی ہو رہی ہے۔ دین اسلام کو انسانیت کے عہد طفولیت کا جامہ ٹھہرا کر مطالبہ کرتا ہے کہ اس زمانہ کے جوان اور متن و توش والے انسان پر یہ جامہ اب درست نہیں۔ لہذا اب اس کو نکال کر پھینکنا چاہیئے۔ اور یہی جوش آج کل واقعہ میں ہے۔

جوش کی بحث صدارت میں پس و پیش نہ کر جوش تو قبلہ رہندان جہاں ہے ساقی

رندان ہندوستان کا قبلہ اور مایہ ناز شاعر اور صدر محترم ہے اور دوسرے صاحب نے تو ابلیس کو تو خدا عظم قرآن دے کر اپنے تخیل کی بلند پروازی کا کمال پیش کیا اور اس پر پھر اسرار اس قدر کہ خیر خواہی سے سمجھانے والے عالم دین کے پیچھے لٹھ لے کر اس کو ڈانٹنے لگے اور اس کہادت کو واقعہ کر دیا۔ کہ اٹاپ پور کو تو ال کو ڈانٹے۔

اور ان سب کے علاوہ خوف خدا اور رسول سے "بے نیانہ" بے ادب ادیب "نیانہ فقیر" کی شرارتیں اور اس کے شیطانی نقش و نگار بہت سے نوجوان دماغوں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ جنت اور نعمائے جنت کو شر و ستم کی تفسیک و استہزا ہو رہی ہے۔ اور بڑی بلند بانگی سے دعویٰ کر رہا ہے۔ کہ قرآن مجید کلام الہی نہیں۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہوئی تصنیف ہے۔

اور کچھ عرصہ سے نگار کے پرچم میں "ناخذ القرآن" کے عنوان سے یہ مضمون شائع ہو رہا ہے۔ کہ نفوذ باللہ مصنف قرآن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اس کتاب کی تصنیف کرتے وقت کہاں کہاں سے مواد لیا ہے۔ اور اس کتاب کے لئے ماخذ کیا کیا ہیں۔ العباد باللہ ببرت کلمۃ تخرج من افواہهم ان یقولون لا کذبنا۔

ان تمام بیگواسات و خرافات کے باوجود بنیاد فقیر و اپنے کو مسلمان کہتا ہے۔ اور لوگ اس کو مسلمان بلکہ بڑے درجے کا مسلمان یقین کرتے ہیں۔ نوجوان اس کے رسالہ نگار کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ سکولوں و کالجوں کے طالب علموں کے ہاتھوں میں مسلم لائبریریوں کی میزوں پر آپ اسی نگار کو پڑا ہوا دیکھیں گے۔ ظاہر ہے کہ جو اس کا مطالعہ کرتا ہے یہ نہ ہر آہستہ آہستہ اند نفوذ کرنا اور ہلاکت ایمان کا باعث بنتا رہتا ہے۔

### بہائی فتنہ

ان مختلف مذہبی فرقوں اور ملحد جماعتوں اور افراد کے علاوہ بہاء اللہ ایرانی کے پیرو بہائی مذہب کے کچھ لوگ بھی اپنی بہائیت کی اشاعت و تبلیغ کے لئے کچھ بہر پرہیز سے نکال رہے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں انہوں نے بھی مرکز قائم کر دیئے ہیں۔ اور ان کی سعی یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو بہاء اللہ کے قدموں پر ڈال دیں۔ اور باب و بہاء اللہ کا حلقہ غلامی ان کے گھلے میں ڈال دیا جائے۔ کفر و باطل اور دہریت و لادینی کے یہ مختلف فتنے چاروں طرف سے حملہ آور ہیں۔ اور دین حنیف کے سچے عاشقوں کو ان کا مقابلہ درپیش ہے۔

دلم بہ پاکئی داناں غنی۔ مے لمر زرد کہ بیلان ہم مستند و باغبان تنہا راست ان منافق گروہوں اور افراد کے علاوہ اب مجاہد کافروں کی ہمتیں اور کوششیں اور ہم کو ہرپ کر نے کی تیاریاں بھی دیکھ لیجئے۔

## عیسائی

یورپ کے مختلف ممالک اور امریکہ کی طرف ہندوستان کے اکثر شہروں میں تبلیغ عیسائیت کے لئے مشن ہسپتال، مشن سکول جاری ہیں۔ علاج و تعلیم اور اس کے علاوہ ادنیٰ مالی امدادوں کے دام سے بیماروں، تعلیم کے شوقین اور بھوکے ہندوستانیوں کو عیسائیت میں داخل کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو سالانہ رپورٹیں شائع ہوتی رہتی ہیں، ان کو دیکھ کر ضرور جگر خون ہو جاتا ہے۔ کہ اور اقوام ہند سے خیر ہیں عرض نہیں لیکن بعض علاقوں میں بہت سے مسلمان امداد کے اس سیلاب میں بہ کر اپنے متاع ایمان کو غارت کر دیتے ہیں۔ ان مشنریوں کی امداد میں بڑے بڑے لاء ڈ اور عہدوں پر فائز انگریز باقاعدہ حصہ لیتے ہیں اور ان کی پشت پناہی سے یہ تحریکیں فروغ پاتی ہیں۔ اور ہمارے مسلمانوں کے کسی ادنیٰ عہدہ دار اور برسر اقتدار شخص کو یہ توفیق کبھی نہیں ہوتی وہ اس سیلاب کی مدافعت اور روک تھام کے لئے خود کمر بستہ ہو یا میدان میں آنے والوں کی سرپرستی کرے۔ پسح ہے۔

گر جا میں کلگر ٹھی گو نہ رہی ہے موجود  
مسجد میں کوئی خان بہادر نہیں آتا

## آریہ

ہندوستانی غیر مسلم قوموں میں سے آریہ سب سے بڑھ کر اسلام کے مقابلہ میں آنے والے اور ہندو مذہب اسلام اور قرآن پاک کی تعلیمات پر اعتراض کرنے والے ہیں، ان کی کوشش ہے کہ ہندوستان کی سرزمین میں مسلمانوں کا نام و نشان نہ رہے اور جس مذہب نے آکر یہاں ہندوؤں پر قبضہ برپا کیا، اور ہزاروں ہندو خاندان اس کے حلقہ بگوش ہو گئے آج موقع ہے کہ اس کے نام لبواؤں کی غفلت سے نام نہ

اٹھا کر اپنا انتقام لیا جائے۔ اور نادانف کلمہ گوؤں کو پھر مزید بنا کر جی ٹھنڈا کریں۔ چنانچہ اسی جذبہ کے ماتحت بیس سال قبل "تحریک امداد" برے زور شور کے ساتھ ملکا، راجپوتوں اور دوسری جاہل نادانف برائے نام مسلمان قوموں میں پھیلانی گئی تھی شردھانند کے قتل کے بعد اگرچہ یہ فتنہ اس صورت میں باقی نہ رہا۔ اور کچھ اس وقت مسلمانوں کے تبلیغی امدادوں کے چونکنے اور سرگرم عمل ہونے کی وجہ سے ان کو دبنا پڑا۔ لیکن آریہوں کی وہی ذہنیت اور ہی خیالات و عزائم، وہی اسلام دشمنی، لحد بغض و عداوت اب بھی موجود ہے۔ اور جہاں وہ موقع پاتے ہیں وہاں گئے بغیر نہیں رہتے۔ ان کی منظم جماعتیں ہیں، ان کے اہل ثروت لاکھوں روپیہ سالانہ چندہ بڑی خوشی سے دیتے ہیں ہندو راجہ، جاہل راجہ، وزیر، بیرسٹر، جج اور محبٹریٹ بھی اسی ذوق و اخلاص کے ساتھ مالی، جانی، قربانیوں میں حصہ لیتا ہے۔ جتنا کہ ایک عام مذہبی آدمی پنڈ وغیرہ لیا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے بدتر جہا بڑھ چڑھ کر اس سلسلہ میں ان کی تیاریوں، اتفاق و اتحاد کے اور ٹوٹوں کا کیا ذکر کروں۔ اور کہاں کہاں کے حوالے دوں۔ ابھی نئی تازی بات ہے۔ صوبہ سندھ کے ایک لگی وزیر نے مسلمان جماعتوں اور صاحب فکر و نظر اشخاص سے مشورہ لئے بغیر اور ایک اچھے مقصد کے لئے مناسب و موثر دن طریقہ کار معلوم کئے بغیر بلند بازی سے کام لیا۔ اور سندھ میں ستیا رتھ پر کاش جیسی رسوائے عام اور دل آزار کتاب کی بندش کے متعلق ایک قانون جاری کیا۔ جو بجائے مفید ہونے کے مسلمانوں کے لئے اور بھی مضر پڑا۔ ہر جے مقصد تو یہ تھا کہ ایک ایسی دل آزار اور سخت لب و لہجہ والی کتاب کی اشاعت روک دی جائے جس سے سخت منافرت پھیلے۔ لیکن نتیجہ نکلا لاکھوں نسخے پنجاب میں ہندوؤں نے چھپوا کر سندھ میں تقسیم کر دیئے گھر گھر اس کا پھر چاک کیا گیا اور خاص کر چود، بھویں باب کو اہمیت کے ساتھ شائع اور مشہور کیا گیا۔ تمام ہند و پرپس نے

کو میری دیوانگی پر محمول کریں گے کیونکہ ان عقل مندوں کے ہاں اس سے بڑھ کر اور جنوں کوئی نہیں کہہ سکتا

اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مسلمانوں کے مختلف طبقے ہیں (۱) رؤسا و امراء

(۲) انگریزی تعلیم یافتہ (۳) عام متوسط الحال (۴)

خالص دیہاتی اور ان پڑھ (۵) علماء کرام اور مشائخ عظام

(۱) رؤسا و امراء کی حالت تو یہ ہے کہ ان کو تو صرف

یہی فکر ہے کہ ان کو جاہ و مال کی ترقی ہو اور میونسپلٹیوں

ڈسٹرکٹ بورڈوں اور صوبائی و مرکزی اسمبلی کے الیکشنوں

کے موقع پر ان کو ووٹ ملیں جمہوریاں حاصل ہوں اس

بھلائے مقصود کے وصال کے سوا ان کا اور کوئی نصب العین

نہیں۔ مذہب کی تڑپ اور نہ ملت کی خیر خواہی کا جذبہ انہیں

اس سے کچھ غرض نہیں کہ کوئی مرزا بنے یا شیعہ،

ہندو بنے یا خاکسار، عیسائی بنے یا پارسی ہیں یا یہ حملہ

کہہ رہے ہیں۔

(۲) انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو تو تعلیم ہی ایسی دی

گئی ہے کہ ان کا دماغ مذہب سے باغی اور نفد ہے۔ ہر

مذہبی بات کو وہ قدامت پرستی اور دقیانوسیت خیال کرتے

ہیں۔ اسلام سے ان کا تعلق صرف سنی اور خلافتی لحاظ

سے کچھ نہ کچھ باقی ہے۔ اور وہ اس سوسائٹی میں رہتے ہیں

جس کو مسلمان قوم کے نام سے اسلام سے بغاوت کا موقع

مل سکے۔ اسلام سے کل کر بھی مسلمان رہ سکیں۔ اور بالحق

کہہ کر ہی دہ پر چڑھنے سے محفوظ ہوں۔ اور یہی وجہ ہے

کہ قادیانیت، لاہوریت، پنجریٹ، خاکساریت وغیرہ کے

کیمپوں میں زیادہ تر یہی لوگ نظر آتے ہیں۔ جوش کو داد بھی

ان سے ملتی ہے۔ اور نگار کی اشاعت بھی ان کی برکت

سے ہے۔

(۳) عام متوسط الحال طبقہ نسبت غنیمت ہے۔ ان میں

عقائد و نظریات کی وہ خرابی تو نہیں اور نہ اس قدر خود غرض

آسمان سر پر اٹھایا ہے۔ اور ابھی تک یہ ایک ٹینشن پورے

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندو دھرم ایک تبلیغی مذہب نہیں

تھا لیکن مسلمانوں کی دیکھا دیکھی ان کو بھی حوصلہ ہوا کہ اپنے

مذہب کو غیروں میں پھیلان۔ اور آج وہ تقریریں کہنا اور

مناظروں اور دوسرے ذرائع و وسائل کے ساتھ اس

چھوڑ چھوڑ میں مصروف ہیں کہ لوگوں کو یقین دلان کہ دیا مند

سرسوئی کی پیروی میں شکتی اور نجات ہے۔ اگرچہ اس مذہب

کی بنیادی خامیاں قدم قدم پر اس کی ترقی و مصابقت کے

لئے مانے۔ بن جایا کرتی ہیں۔ لیکن پیروکاروں کی ہمت تو

ہمارے لئے قابل عبرت ہے۔

نڈائی کا آشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے

”گرفتہ جینیاں احرام و کی حقہ در بطحا“

## پیر و ان اسلام

داخلی اور خارجی اعداء اسلام کی تیاریوں اور

کوششوں کو تو آپ نے ملاحظہ کیا، لیکن آپ آئیے دیکھئے

کہ قلعہ اسلام کے محافظ سپاہیوں کی کیا حالت ہے۔ اور

چاروں جانب سے دشمنوں کے محاصرہ کے ان آیام میں قلعہ

دالوں کے عزائم و ہم کیا ہیں۔ افسوس اپنوں کی حالت کا

معائنہ کر کے خون کے آنسو ر دنے پڑتے ہیں۔ اور انجام

بمرا نظر آتے ہیں۔

نشان برگ گل تک بھی نہ چھوڑا اس باغ میں گلچیں

تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

عام طور سے متاع کاررواں کے ساتھ احساس ندیان

بھی جاتا رہا ہے چند مستثنیات کے علاوہ سب کے ہاں اس

زمانے میں ایسی باتوں کو چھیڑنا ہی لغویت سمجھا جا رہا ہے۔

اور میں جانتا ہوں کہ آج کی صحبت میں میں نے ان صفحات

کو جس خون جگر سے لکھا ہے۔ بہت سے ”فرزادہ“ اس



اور لاہور داہی ہے کہ جتنا پہلے دو طبقوں میں ہے لیکن پھر بھی ان کی تربیت اس انداز پر نہیں ہوئی۔ جس قدر ایک مرد مسلم کے لئے ضروری ہے۔ اور علمی اخلاقی تربیت کی اس کی نیند بہت سی عقائدی اخلاقی اور عملی خرابیوں کی وجہ سے بھی طریقہ کار میں بے اعتدالی کر جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ناکام ہو کر آخر خود قسمت ناکام ہو جاتے ہیں۔ اور وہی تحریک کسی مفید نتیجے پر پہنچے بغیر فنا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی تباہی کے ساتھ ساتھ توصلے بھی مستحکم ہو جاتے ہیں۔ اس طبقہ کا مرض لا علاج نہیں اگر کوئی میحی نفس اور اللہ والا طیب کامل ان کی طرف کما حقہ اپنی توجہ مبذول فرمائے تو سنو نہ کی بڑی امید اب بھی باقی ہے۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویرانی سے ذرا غم ہو تو یہ مٹی بہت عزیز ہے ساتی

(۴) عام دیہاتی اور ان پر پڑھ سیکھ لوں کی حالت بھی قابل افسوس ہے۔ بچارے سیدھے سادے مسلمان ہونے ہیں۔ پورے مسلمان ہونے کے باوجود اسلام کی بنیادی باتوں تک سے وہ ناواقف ہیں۔ بچپن سے جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے تک اور بڑھاپے سے موت تک اپنی زندگی کے تمام دوروں میں اکثر وہ صحیح اسلامی معلومات سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ جاہل و اعظلوں کی کہانیوں اور خواب اور قصہ گوئیوں اور روایتوں کے سوا ان کے کافوں میں دین حق کی کوئی آواز کم پہنچتی ہے۔ توہمات کے شکار ہیں۔ رسم و رواج کی پابندیوں اور باہمی خون خرابہ اور مقدمہ بازیوں میں اپنی عمریں جاند اویں تباہ ویرانہ کرتے رہتے ہیں۔ ان پر پڑھ دیکھو عمل پیروں، پیروں اور سیدوں کی "جاگیر" میں۔ وہی ان سے اموال و املاک لے کر شیعیت کی تخم ریزی کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ شیعوں کو زیادہ تر ان جاہل پیر پرستوں میں جا کر کامیابی

حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھنؤ کے تبراہجی ٹیشن میں پنجاب کے شیعہ پیر دیہات کے سنی مریدوں کو لے کر گرفتار کرانے کے بڑی ضرورت ہے کہ ان دیہاتی بھائیوں کو صحیح اسلام سے روشناس کرایا جائے۔ ان "جاہلوں" میں بعض ایسے ذہین فہیم اور سچے الفطرت لوگ مل جاتے ہیں۔ کہ اگر ان کی صحیح تربیت کی جائے۔ ان کو سنوارنے کے لئے کوئی مصلح کامل اور مرگزی صاحب نظر اپنی قوت کو استعمال کرے۔ تو ان سے بہت کچھ توقع ہو سکتی ہے۔ اور آئندہ ہم کو بہترین کارکن اور صحیح رہنما ہیں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

بہل چمنستانی، شہباز کہستانی ہوتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

(۵) علماء و کرام کی جماعت قرآن و حدیث کی حامل اور رموز اسرار دین کی امین ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آج تک ہندوستان میں ہی جماعت کچھ نہ کچھ اپنی ذمہ داری کو پورا کرتی اور اسلام کی خدمت میں لگی رہتی ہے۔ جن جن فرقوں اور داخلی اور خارجی فتنوں کا گذشتہ سطور میں ذکر ہوا ہے۔ ان سے مقابلہ و مجاہدہ حزمہ اور مذہب کی حفاظت و سیانت کا فریضہ علمائے کرام ہی نے ہمیشہ ادا کیا۔ اور اب تک ادا کر رہے ہیں۔ مرزائیوں کے مقابلہ میں مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ مولانا عبدالحق صاحب حقانیؒ اور دوسرے اکابر نے دین و سرسوتی کے مقابلہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور ان کے تلامذہ نے شیعوں کے مقابلہ میں مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ مجدد اور مولانا ظہور احمد صاحب بگٹیؒ اور دوسرے اکابر نے، مشرقی اور خاکساریت کے مقابلہ میں تمام علماء کرام کی جماعت اور خصوصاً مولانا قاسمیؒ اور مولانا بگٹیؒ نے جو جو کچھ کوششیں کی ہیں۔ جن جن تکالیف کو برداشت کر کے اور شب و روز ایک کر کے کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ اگر علماء و کرام کی جماعت اپنے فرائض

کا احساس کہ یہ ہمت نہ کرتی تو شاید ہندوستان میں دشمنوں کے ترغیب میں چاروں طرف سے گھرا ہوا اسلام بہ مشکل محفوظ رہتا۔

**صور ہرافیل** | مری نولے پریشان کو دلبری نہ سمجھ کہ بائگ صور ہرافیل دلو نواز نہیں

لیکن ان علماء کرام کی مساعی حید کے باوجود باطل کی ان طاقتوں کی پوری ایسی سرکوبی ابھی نہیں ہوئی کہ ہم آئندہ کے لئے ان فتنوں سے محفوظ رہنے کا اطمینان کر کے بے فکر ہو جائیں۔ بلکہ جیسا کہ مطور بالا میں عرض کر چکا اعیار ہر کام نے نئی نئی تیار کیاں کر کے اور اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے پھر حملہ آوری کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور حق کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے۔ اخباری اصطلاح کے موافق۔ انہوں نے سب کچھ میدان میں جھونک دیا ہے۔

اور جس طرح یہ واقعہ ہے کہ علماء کرام نے ان فتنوں کی مداخلت کی ہے۔ اسی طرح یہ بھی واقعہ ہے کہ بہت سے علماء کرام آج تک اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔ اور تلخ نوائی معاف ہو۔ آپس کے مناقشوں فروغی اور جزمی مسائل پر ابھی جھگڑوں، اور منہ زعمتوں میں وہ اس قدر مصروف و منہمک ہیں کہ ان اہم باتوں کی طرف کبھی وہ توجہ ہی نہیں فرماتے۔ وہ بامسلمان میں بہرہ سلیمان کی یہ بات گستاخی نہ سمجھی جائے۔ اس قسم کے علماء کرام اور سجادہ نشینوں سے میں بہ ادب عرض کرتا ہوں کہ

اٹھو زمانہ چال قیامت کی چل گئی۔ اور یہ زمانے کے انداز بدلے گئے۔ نیا راگ ہے ساتھ بدلے گئے ذرا انسان کر کے سوچئے کہ اب لوگ خدا کے دعوہ اور رسول کی رسالت ہی میں تمکد و شبہ پیدا کرنے لگے ہیں۔ اور آپ اسی میں جھگڑ رہے ہیں کہ رسول کا علم غیب کلی تھا یا جزئی قوم کے نو بہا لوں کے دماغوں میں یہ بات بٹھادی گئی کہ سر

صلی اللہ علیہ وسلم

سے نمازی کوئی عبادت نہیں۔ اور آپ رفع سبابہ، آمین یا بھر اور جہر بالتسبیح پر آپس میں لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ چکر اوی لوگوں کو یقین دلاد رہے کہ نمازیں پانچ نہیں بلکہ تین ہیں۔ اور آپ قضا عمری اور امتیاط نظر کے لئے آپس میں دست و گریبان ہو رہے ہیں۔ نئے لمحہ رمضان کے روزہ ہی کو فضول فائدہ کشی اور لغو کام قرار دے رہے ہیں۔ اور آپ کے اس پر مناظرے ہو رہے ہیں۔ کہ افطار غروب شمس کے بعد متصلاً ہی ہونا چاہیئے یا اسوقت جبکہ مشرقی افق سے تمام سُرخ چلی جائے۔ علیٰ ہذا القیاس ایک طرف تو دشمن پورے ساز و سامان اور زمانہ کے مطابق اسلحہ جنگ کے ساتھ قلعہ کی فسیل کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اور دوسری طرف قلعہ کے اندر آپ آپس میں لڑتے بھڑتے اور ایک دوسرے کو فوجپنہ رہتے ہیں۔ آخر یہ رزم آرائیاں کب تک میں گی۔ کیا زمانہ کے حوادث نے ابھی تک آپ کو بیدار نہیں کیا ہے

دیکھو غالب مجھے اس تلخ میں معاف آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے کشتی اسلام کے ناخدا تم ہو مسلمانوں کی صبح بہائی اور دین و ملت کے تحفظ کے حق دار تم ہو۔ سخت نازک اور آفاتِ بیات کا زمانہ ہے۔ کچھ لچکی بیخشا موج من فوقہ موج من فوقہ سماپ۔ ظلمات بعضہا فوق بعض اذا خرج یدک ما یملک۔ براہا و من لم یجعل اللہ نوراً فلہ من نور۔ ایسے دور میں آپ کی تغافل شعاریاں اور خود میدان میں نکلنے یا میدان میں نکلنے والوں کی جلد و دیوار مدد سے لاپرواہی برتنا اپنے منصب کی حق تلفی اور توہین ہے۔ اٹھئے اور باطل سے ٹکرا کر اس کی قوت کو پاش پاش کیجئے

اے کہ آسودہ نشینی لب ساحل ہر خیز کہ ترا کار بہ گرداب و نہنگ است ہنوز

ایک نفرہ متانہ لگا کر دوسرا دعوہ اور کوٹھیوں میں صوفوں اور کوچوں پر آرام کرنے والوں کو چونکا دیکھے، اور اپنی آتش بیانی اور آہ سوزاں سے اُن کو گرما کر آمادہ کیجئے اور سمجھائیے کہ یہ دولت جب اللہ کی راہ میں اور دین کی حمایت میں خرچ نہیں ہوتی، اور یہ قارہ دنی خزانے اور فرعونی جنات و نعيم اور اہلار جاہیہ تم کو مؤاخذہ الہی اور غضب خداوندی سے بچا نہیں سکتے، جو مال حق کی راہ میں لٹا نہ دیا جائے، وہ کمندیوں پتھروں سے بھی بڑھ کر بے کار ہے۔

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل

جو آنکھ ہی سے نہ دیکھے تو پھر ہو کیا ہے

بہترین علمی استدلالات، اٹھوس دلائل، اور دلکش تعبیرات سے ایسا لٹریچر تیار کیا جائے۔ جو انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے دماغوں کی اصلاح کر کے دین سے ان برگشتہ اور متفسر اور غیروں کی گود میں گر پڑنے والے نوجوانوں کے ایمان محفوظ رکھ سکے، جاہلانہ رسومات و بدعات اور توہمات و اعتقادات کی بیگنی کے لئے صحیح نظام تربیت اور صحیح نظام تعلیم قائم کرنے کی کوشش چاہیے تاکہ اُن پڑھ اور باہل آبادی کو صحیح اسلام سمجھا کر منظم کیا جاسکے۔ اعلیٰ دماغ والے ذہین اور سمجھدار طالب علموں کو ایسی تربیت و تعلیم دی جائے کہ وہ بہترین محاذِ اسلام، مقررہ مبلغ مناظرین کر نکلیں، اور اسلام کی روشنی کو پھیلانے میں بھی ادھ اغیار کے حملوں کی مدافعت میں بھی سینہ سپر ہو کر میدان میں آسکتے ہوں۔

ہندوستان کے دینی و مذہبی مرکزی ادارے

جماعت تیار کرنا اُن اداروں کے لئے فی الحال سب سے زیادہ آسان ہے جن میں علوم و تربیت حاصل کرنے والے طالب علم بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔

اور اُن کے پاس مالی وسعت بھی اس قدر ہے کہ وہ اپنے بجٹ میں اس کے لئے کافی گنجائش نکال سکتے ہیں اس لئے دارالعلوم دیوبند مظاہر العلوم سہارنپور، مدرسہ امینیہ دہلی وغیرہ مرکزی ادارہ دل کے کارکنوں اور منتہیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ حالات زمانہ کو محسوس فرما کر وہ اپنے مدارس میں مبلغین و مناظرین تیار کرنے، بہترین علمی مقالے لکھنے، اور مسائل حاضرہ پر سنجیدہ تنقید کر سکنے کی مشق و بہارت کے لئے مختلف شعبے قائم کریں، اور دورہ حدیث سے فراغت کے بعد ممتاز اور اچھے دماغ والے طلباء اس کام کے لئے منتخب کئے جائیں، اور بہتر ہے کہ مناسب و نفیقہ کے ساتھ اُن کی حوصلہ افزائی بھی کی جائے۔ ان فرق باطلہ کی تردید اور مناظرہ و تبلیغ میں ماہر و تجربہ کار اساتذہ کے ذریعہ ان کو خوب مشق کرائی جائے تاکہ مدارس کی چار دیواری سے نکلنے کے بعد ہی وہ دین کی خدمت اور مذاہبِ باطلہ کے مقابلہ کے لئے بالکل تیار ہوں، امید ہے کہ ان مدارس کے کارکن اور منتظم اس سلسلہ میں ضرور کچھ قدم اٹھائیں گے۔ اب اگرچہ ان مقامات میں بہترین علمی خدمت ہوتی رہتی ہے اور ہر سال سینکڑوں علماء نکل نکل کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر دین کی خدمت کرتے ہیں، لیکن زمانہ کا تقاضا یہ ہے کہ مزید تیز رفتاری اور سعی و کوشش سے کام لیا جائے۔

مجلس حزب الانصار کے عزائم

مجلس حزب الانصار کی بنیاد ہی اس غرض کے لئے رکھی گئی تھی کہ ان فرق باطلہ کے حملوں سے مسلمانوں کو بچایا جائے، اور ہر ممکن طریقہ سے دین حنیف کی خدمت میں بیش از پیش حصہ لے کر اسلام کی حفاظت کا فریضہ ادا کیا جائے مجلس کے تمام شعبے اسی مقصد کا بیانیہ کے لئے مصروف رہتے ہیں، رسالہ شمس الاسلام، مدرسہ عزیزمیں مبلغین، اور خود امیر حزب الانصار سب ہی اس کے لئے وقف ہیں۔ اور بحمد اللہ آج تک اسی اخلاص و لہیت

کی مجلس اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

**خاتمہ سخن** حضرات میں اپنے دردمند دل کی آہ بکا، اور افغان و اضطراب سنانے میں آپ کا بہت وقت لیا۔ چونکہ فریاد کی کوئی نئی نہیں ہے میں نے بھی اپنے جگر کے ٹکڑے شاید کچھ بے ربط پیش کئے ہیں لیکن آپ اس سے درگزر کر کے اصل مقصد کو دیکھئے اور غور فرمائیے کہ کیا میں نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے یا نہیں؟ اگر سخن بہت شوبہ دہ گفتہ ام چہ عجب کہ ہر کہ گفت نہ گہوئے او پریشان گفت (والسلام و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

کی وجہ سے ہر جگہ کامیابی اور سرخروئی بھی نصیب ہوئی ہے گذشتہ سطور میں جن حالات اور اغیار کی تیزگامیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کو دیکھ کر مجلس حزب الانصار نے بھی تیز فاری اور اس سلسلہ میں خون پسینہ ایک کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ اگرچہ اس غریب جماعت کے پاس لاکھوں ہزاروں کا سرمایہ نہیں کسی سرمایہ دار کی سرپرستی اور نظم و توجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے تمام دنیا سے جنگ مولیٰ ہے لیکن چونکہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے اس لئے عزت و فلاس کے باوجود دل پر امید اور جری ہے۔ اور جو عمل بلند اور عزیمت پختہ ہیں مسلمانوں کی جو جماعت حزب الانصار کے ساتھ مقاصد میں شریک ہے اور اس سلسلہ میں کام کر رہا ہے حزب الانصار

سرد چکڑا لوتیت

# مسلمان اور کتاب و سنت

## نامہ نگار "زمزم" کے ایک ملحدانہ مضمون کا جواب

(از جناب مولوی عبدالغفار حسن صاحب عمر پوری مقیم مالیر کوٹلہ)

ذیل سے اس کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت ابو بکر اور حدیث نبویؐ

(۱) وفات نبویؐ کے بعد انتخاب خلیفہ کے موقع پر

مسلمانوں میں اختلاف ہوا۔ انصار نے یہ صدا بلند کی

منا امیر و منکم امیر یعنی تم ہاجرین میں سے ایک

امیر ہو۔ اور ہم انصار میں سے علیحدہ ایک امیر ہو۔ صدیق

اکبر نے بروقت حدیث الامۃ من القریش سنا کر

آتش اختلاف و نزاع بجھا دی۔ حافظ ابن حجر نے نقل

کیا ہے کہ فلما سمعوا حدیث الامۃ من القریش

مرجعوا عن ذالک واذعنوا للی یعنی انصار نے

"مسلمان قرآن سے غافل کیوں ہیں؟" کے مضمون نگار

مبصر صاحب نے اندازہ ہر باقی مسلمانوں کو یہ یاد دلانے کی

نا کام کوشش کی ہے۔ کہ حضرات شیخین (ابو بکر صدیق و عمر فاروق)

حدیث نبویؐ سے خاص دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ بلکہ عمرؓ روایت

حدیث سے تشدد دے دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں ابن سعدؒ

اور ذہبی کی چند روایات نقل کر کے یہ مشورہ دیا گیا ہے

کہ روایت و اشاعت حدیث کی کثرت کو روکا جائے۔ اور

مسلمانوں کو سوائے قرآن کے اور کچھ نہ سنا یا جائے۔

شیخین کا حدیث سے کیا شفقت تھا۔ اور اشاعت سنت

میں کس طرح سرگرم ہا کرتے تھے۔ ناظرین کرام واقعات

جب یہ حدیث سنی تو اپنے ارادے سے باز آگئے اور گردنیں جھکا دیں۔ (فتح الباری فی ص ۳۶۵ جز ۱۴)  
 افسوس کہ حدیث نبویؐ کو اختلاف و شقاق اور قرآن سے بعد و ہجر کا سبب قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسی حدیث کی روشنی میں مسلمان پہلی صدی میں اتفاق و اتحاد اور عمل بالقرآن (ولا تفرقوا) کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔

(۱۶) اس کے بعد اختلاف ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے۔ صدیق اکبرؓ نے حدیث ما یقبض نبی (الا دفن حیث یقبض) (ترمذی) یعنی پیغمبروں کی جہاں وفات ہوتی ہے۔ اسی جگہ دفن کئے جاتے ہیں۔ سننا کہ اختلاف کی راہ بند کر دی۔

(۱۷) استحکام خلافت کے بعد وادوں نے اپنے اپنے حصوں کا مطالبہ شروع کیا۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت فاطمہؓ نے اپنا حصہ طلب کیا، صدیق اکبرؓ نے ان کے سامنے حدیث نبویؐ لا نورث ما ترکنا صدقہ تجاریؓ (یعنی ہم انبیاء کا کوئی مالی وارث نہیں ہوگا۔ جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے) بیان کر دی۔ اس پر سارے مطالبے ختم ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت فاطمہؓ بھی راضی ہو گئیں یہی قصہ جلد ۶۔

(۱۸) مانعین زکوٰۃ سے حضرت ابو بکرؓ نے جب قتال کا عزم کر لیا۔ تو حضرت عمرؓ نے نہ دیکتے ہوئے کہا کہ آپ کلمہ گو مسلمانوں کا خون کیسے بہا سکتے ہیں؟ صدیق اکبرؓ نے حدیث (الاجح) (اسلام پیش کر کے انہیں مطمئن کر دیا) فتح الباری ج ۲ ص ۴۷

(۱۹) حضرت ابو بکرؓ کے پاس جدہ (دادی) آتی ہے۔ اور اپنا حصہ میراث میں دریافت کرتی ہے۔ آپ کو اس بارے میں حدیث یاد نہ تھی۔ منیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ کی روایت پر چٹھا حصہ بتلاتے ہیں۔ (موطا امام مالک)

## حضرت عمرؓ اور حدیث

(۱) حضرت عمرؓ کے سامنے سوال پیش ہوتا ہے کہ مقتول شوہر کی دیت سے اس کی بیوی کو حصہ ملے گا یا نہیں۔ آپ جواب نفی میں دیتے ہیں۔ جناب بن سفيان نے کہا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نوشتہ موجود ہے کہ آپ نے ایشم حنابلی مقتول کی بیوی کو دیت سے حصہ دلویا ہے۔ فاروق اعظمؓ نے اسی وقت اپنے فتوے سے رجوع کیا۔ اور حدیث کے مطابق فیصلہ دیا۔ (ابوداؤد مصری ج ۲ ص ۹)

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد فاروقی میں صحابہؓ کے پاس احادیث کے مجموعے موجود تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے باوجود علم کے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

(۲) حضرت عمرؓ نے عقبہ بن فرقد کے پاس حدیث نہی لبني عن الویر کہہ کر بھیجی تھی یہ صحیح مسلم ش ۱ ج ۱ اور تمام صحابہؓ کو حکم دے رکھا تھا کہ قید والعلم منہ داری ص ۶ یہ حکم عام ہے جو کتابت حدیث کو بھی شامل ہے۔

(۳) حضرت عمرؓ نے اجلہ صحابہؓ ابن مسعود۔ ابوالدرداء۔ عبادہ بن صامت وغیرہم کو تعلیم حدیث کے لئے کوذ، بصرہ، شام روانہ کیا۔ (الذوالخفاج ۲ ص ۵)

کیا ان واقعات کی روشنی میں واقعہ تحریق حدیث کی نسبت حضرت عمرؓ کی طرف ہو سکتی ہے؟

## مخالف روایات

صدیق اکبرؓ کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پان سو احادیث کا جمع کردہ ذخیرہ نذر آتش کر دیا تھا۔ مگر سند ایہ واقعہ درست نہیں۔ خود امام ذہبی نے ہی اس پر کلام کیا ہے۔ کہ اس روایت میں ابراہیم مدادی مجہول ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی خود احادیث لکھوائیں۔ اور کتابت کا عام حکم دیا۔ تو پھر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے واقعات تحریق سے استدلال کرنا کہاں تک انصاف پر مبنی ہے؟ چند نظائر ملاحظہ ہوں :-

مسلمانوں کے ہاتھوں میں پہنچیں۔ اور آئندہ نسل رطب و یابس کی آمیزش کے خطرناک نتائج سے محفوظ رہے۔ اس امر کی تائید مندرجہ ذیل واقعات سے ہوتی ہے۔

(۱) جنین کی دیت کے متعلق حضرت میمون بن شعبہ نے حضرت عمرؓ کے سامنے حدیث پیش کی۔ آپ نے محمد بن سلمہ کی شہادت کے بعد حدیث کو قبول کیا۔ ابو داؤد باب دینہ الجنین۔

(۲) حدیث استیذان کے بارے میں حضرت عمروؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے شہادت طلب کی۔ ابو سعید خدی اور ابی بن کعب کے شہادت دینے پر آپ کو اطمینان ہوا ابو داؤد باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان۔

اب جبکہ محدثین کرام امام مالک، بخاری، مسلم وغیرہم کی مخلصانہ کوششوں سے احادیث صحیحہ وضعیفہ کے ذخائر الگ الگ ہو گئے ہیں۔ صحیح روایات کے بیان پر کسی قسم کی پابندی کیسے لگائی جاسکتی ہے۔ اور غفلت از قرآن کا فتنہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

### مسلمان اور قرآن حکیم

یہ درست نہیں کہ مسلمان اشاعت سنت کی بنا پر قرآن سے غافل ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا تعلق اب بھی قرآن کے ساتھ زیادہ ہے۔ حفاظ کی کثرت ہے۔ تراویح شیعہ کی رمضان میں چل پہل رہتی ہے۔ بخاری یا کسی اور مختصر مجموعہ حدیث کا پورا احاطہ شاید سو میں سے ایک آدمی ہی ہو۔ اردو ہی میں قرآن کے تراجم و تفاسیر کی جو تعداد موجود ہے۔ کیا اس کا عشر عشر بھی حدیث کے لئے نظر آئے گا۔

صرف لاہور شہر ہی میں متعدد اداروں نے قرآن کی شان دار طباعت و ترجمہ کا انتظام کیا ہوا ہے۔

درس نظامیہ میں اگر پورے قرآن کی تکمیل نہیں کرائی جاتی تو حدیث ہی کے ساتھ کون سا اچھا سلوک ہو رہا ہے؟ صرف ایک سال میں حدیث کی دس بارہ ضخیم کتابیں تہرکا۔ دورہ کرا دی جاتی ہیں۔ اس سے نہ انشاؤں کو فائدہ ہوتا

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ (مشتکی بر حاشیہ لکھوائی۔ اور اس محبوبے کو صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں عملنا فذکیا۔ ابو داؤد مصری ج ۱ ص ۱۵۸) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخیر عہد میں احادیث کی ایک ضخیم کتاب جس میں تلاوت قرآن، نماز، زکوٰۃ، طلاق، عتاق، قصاص، دیات اور فرائض و سنن و کبارہ کی تفصیلات تفصیل تحریر کر رکھے۔ عمر بن حزم صحابی کی معرفت یمن والوں کے پاس بھجوائی تھی۔ مؤطا امام مالک ص ۳۳ و زاد المعاد مطبوعہ کان پور ج ۱ ص ۱۳۱

(۲) کتابت حدیث کے متعلق آپ نے فرمایا: اکتبوا ولا حرج۔ مجمع الزوائد ص ۲۱

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت عبداللہ ابن عمروؓ بن العاص جو بھی لسان نبوت سے سنا کرتے لکھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے عام حکم دے دیا تھا: اکتبوا لذلک نفسی بید کا ماہیخارج منہ الا حق ابو داؤد مصری ج ۱ ص ۱۶۱ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس احادیث نبویہ بہت سی جلدوں میں لکھی ہوئی موجود تھیں۔ فتح الباری الضاری ص ۱۵۱ واضح رہے کہ کتابت غیر قرآن کی مانعت ابتداء نفی نہ کہ دائماً تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شرح مسلم للنووی۔

حضرت عمرؓ کے تشدد کا اصل مقصد مذکورہ بالا واقعات کے علم میں آجانے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ مبصر صاحب کی پیش کردہ روایات کی بنا پر حضرت عمرؓ اشاعت حدیث کے مخالف تھے۔

ان تمام نظائر و روایات کے ملانے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عمرؓ حدیث نبویؐ من کذب علی متعلیٰ فلینبؤ مقعد من النار یعنی جو عمرؓ مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا کی وعید سے ڈرتے ہوئے روایت حدیث میں احتیاط کی ترغیب دیتے اور غیر ذمہ دارانہ طور پر اشاعت سے منع فرمایا کرتے تھے نہ کہ صحیح احادیث منہج ہو کر

ہے اور نہ متعلم ہی سمجھتا ہے۔ باقی جن مدارس میں احادیث کے صحیح مجموعے سبقتاً کئی سالوں میں ختم کرائے جاتے ہیں تو وہاں قرآن کی تعلیم کا بھی کامل انتظام دہتا ہے۔ اس کی تائید میں دارالحدیث رحمانیہ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب پیش کئے جاتے ہیں۔

واعظوں کا حال بھی اسی قسم کا ہے۔ ۹۰۔  
نیسادی زیادہ تر شعر و شاعری اور بے نتیجہ کہانیوں اور ریبے یا بس و دیات سے محفل کو گرمانا جانتے ہیں۔

ان کو نہ قرآن سے کوئی تعلق ہے۔ اور نہ معتبر احادیث سے کوئی شغف۔

پنجاب کے مذہبی جلسوں میں اس قسم کی مثالیں کثرت نظر آئیں گی۔

### اصلی سبب کی تعیین

کتاب و سنت سے غفلت اور بے پرواہی کا حقیقی سبب یہی ہے کہ موجودہ مسلمان صرف مردم شمارہ کی مسلمان بن کر رہ گئے ہیں۔ نظام باطل کی حصہ داری سے ان کو نفرت ہے اور نہ دین حق کی اقامت کے لئے دلوں میں عبادتیں بے روح ہیں۔ قرآن خوانی لذت و سرور سے نا آشنا اور حدیث دانی جذب و کشش سے یکسر خالی۔

### صحیح علاج

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ نظام باطل کی ساحرانہ چالوں اور رسوم و بدعات کے حجابات کو چاک کر کے صحیح اور اصلی اسلام (کتاب و سنت) سے روشناس کر دیا جائے یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قرآن ہی سناؤ اور حدیث سے تعلق ہی کم کر دو۔ احادیث میں تو خود تدریس و تلامذات قرآن کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن حدیث نبوی اور تحلیل و تحریر

یہ خیال بھی اتفاق امت کے قطعاً خلاف ہے کہ ملت و حرمت و فرضیت کا ثبوت صرف قرآن سے اندکیا جائے۔

اور حدیث سے صرف کراہیت و سنت ہی ثابت ہو۔

قرآن حکم دیتا ہے اَقِمُوا الصَّلَاةَ نَازِتًا مَّكْرُوہ۔ اب احادیث کی بنا پر صبح کی دو رکعت اور ظہر کی چارہ پڑھی جاتی ہیں۔ مذکورہ خیال کے مطابق اگر ظہر کی دو رکعتیں ادا کر لی جائیں تو کوئی مضائقہ نہ ہو گا۔ کیونکہ حسد و دو کی تعین میں تو حدیث میں ہے نہ کہ قرآن میں۔ اسی طرح خالد، بھانجی، پھوپھی، بھتیجی کو ایک وقت میں نکاح میں رکھا حرام نہ ہو گا۔ حالانکہ تمام محدثین فقہا سلف و خلف اس پر متفق ہیں۔

اس طرح بہت سے نظائر پیش کئے جاسکتے ہیں اس نرم اصول پر عمل کیا جائے تو سینکڑوں محرمات جائز اور بہت سے فرائض مستحب بن کر رہ جائیں گے اور اس کے خطرناک نتائج کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں۔ جو کتاب و سنت سے محبت اور اسلام کا درد دل میں رکھتے ہیں۔ یہ اس قسم کے افکار کا فتنہ بھی انکار حدیث سے کم نہیں۔ واللہ یدہی من یشاء الی سبیل الرشاد

### مَوْتُ الْعَالَمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

۱۱ فروری ۱۹۷۷ء کو بوقت مغرب مولانا مولوی حکیم پر محمد علی صاحب مرحوم انتقال فرما گئے۔ جو حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ اور دارالعلوم دیوبند کے مخصوص فاضل التخصیص بزرگ تھے۔ نیز تخیل الطب کا راجح لکھتے تھے بہترین انعام و اکرام اور سندات حاصل کر وہ کامیاب طبیب تھے۔ آپ شاندار ضلع ہوشیار پور کے علوی پیر زادگان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کو ترمذی اہل تشیع میں کمال شغف تھا جس کا ایک نمونہ سالہ محمد دینی ترمذی شیعہ فارسی کا اردو ترجمہ ہے۔

آپ نے امرتسر چوک فرید میں ۸ سال تک کامیاب طبیب کیا۔ اور امت کو علی فیوض سے مالا مال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک تعالیٰ پسماندگان کو سبزیل عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند کرے۔

رحیم غلام قادر چوک فرید امرتسر

# کالچوں کی تقسیم

## خطبہ اسناد

(امولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن)

مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ایک اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم اسناد میں یہ خطبہ دیا تھا جسے مولائے موصوف نے اپنے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۴ عدد ۲۱ میں فائدہ عام کی خاطر شائع کیا تھا۔ اس خطبہ کی افادیت کو عام کرنے اور نوجوانوں کو دعوت فکرو دینے کے لئے ہم نے بھی من سب سمجھا کہ اسے جریدہ شمس الاسلام کے ذریعہ قارئین کرام تک اسے پہنچا دیا جائے۔ اس لئے رسالہ ترجمان القرآن سے نقل کر کے شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام غور سے پڑھ حقیقت حال کو سمجھیں گے کہ اس تعلیم نے ہمارے ذہنوں کو اور افکار و خیالات کو کس قدر متاثر کیا ہے اور اس کی وجہ سے ہم اپنے مذہب سے کس قدر دور جا پڑتے ہیں۔

(ادارہ شمس الاسلام)

عین اس وقت اپنی قوم کے ان نوجوانوں سے خطاب کرنے کا موقع دیا ہے جبکہ آپ سے رخصت ہو کر ہماری طرف عملی زندگی کے میدان میں آنے والے ہیں۔ معزز مسائن! اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں تھوڑی دیر کے لئے آپ کی طرف سے رخ پھیر کر اپنے ان عزیزوں سے مخاطب ہو جاؤں جو آج یہاں سے دگرئی لے رہے ہیں کیونکہ وقت کہے اور

غریب شہر سبھنائے لگتی دارد

عزیزان من! آپ نے یہاں اپنی زندگی کے بہت سے قیمتی سال صرف کر کے تعلیم حاصل کی ہے بڑی مشکلوں کے ساتھ آپ اس وقت کا انتظار کر رہے تھے جبکہ آپ کو اپنی محنتوں کا پھل ایک ڈگری کی صورت میں یہاں سے ملنے والا ہے۔ ایسے موقع پر آپ اپنے نزدیک مبارک موقع سمجھتے ہوں گے۔ آپ کے جذبات کی نزاکت کا مجھے پورا احساس ہے۔ اور اسی لئے آپ کے سامنے اپنے خیالات کا صاف صاف اظہار کرتے ہوئے میرا دل دکھتا ہے۔ مگر میں آپ سے خیانت کر دوں گا۔ اگر محض نمائشی طور پر آپ کے

فاضل اساتذہ معزز حاضرین اور عزیز طلبہ! آپ کے اس جلسہ اسناد قدیم اصطلاح کے مطابق جلسہ دستار بندی میں مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا اس کے لئے حقیقتہً بہت شکر گزار ہوں حقیقتہً کا لفظ میں خصوصیت کے ساتھ اس لئے بول رہا ہوں کہ بیشکر گزار ہی رہی نہیں بلکہ تحقیق ہے۔ اور گہرے جذبہ قد رشناسی پر مبنی ہے جس نظام تعلیم کے ماتحت آپ کا یہ عالی شان ادارہ قائم ہے اور جس کے تحت تعلیم پا کر آپ کے کامیاب طلبہ سند فراغ حاصل کر رہے ہیں میں اس کا سخت دشمن ہوں۔ اور میری دشمنی کسی ایسے شخص سے چھپی ہوئی نہیں جو مجھے جانتا ہے۔ اس امر واقعی کے معلوم و مصروف ہونے کے باوجود جبکہ یہاں اس تقریب پر مجھے خطبہ عرض کرنے کے لئے مدعو کیا گیا تو فطری بات تھی کہ میرا دل ایسے لوگوں کے لئے قدر و اعتراف کے جذبہ سے بھر جائے جو اپنے طریق کار کے دشمن کی باتیں سننے کے لئے بھی اپنے قلب میں کافی وسعت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ مجھے آپ کی اس مہربانی پر بھی شکر گزار ہونا چاہیے تھا کہ آپ نے مجھے



ہذبات کی رعایت کر کے وہ بات آپ سے نہ کہوں جو میرے نزدیک سچی ہے۔ اور جس سے آپ کو آگاہ کرنا اس وقت اور اسی وقت میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس وقت آپ اپنی زندگی کے ایک مرحلہ سے گزر کر دوسرے مرحلہ کی طرف جا رہے ہیں۔ دراصل میں آپ کی اس مادر تعلیمی اور مخصوص طور پر اسی کو نہیں بلکہ ایسی تمام اداران تعلیمی کو۔ دیکھ گاہ کے بجائے قتل گاہ سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک آپ فی الواقع یہاں قتل کئے جاتے رہے ہیں۔ اور یہ ڈگریاں جو آپ کو ملنے والی ہیں یہ دراصل موت کے صداقت نامے ہیں۔ جو قاتل کی طرف سے آپ کو اس وقت دیئے جا رہے ہیں جبکہ وہ اپنی حد تک اس بات کا اطمینان کر چکا ہے کہ اس نے آپ کی گردن کا تسہہ تک لگا رہے نہیں دیا ہے۔ اب یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ اس منضبط اور منظم قتل گاہ سے بھی جان سلامت لے کر نکل آئیں۔ یہاں اس صداقت نامہ موت کے حصول پر آپ کو مبارکباد دینے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ اپنا ہم قوم ہونے کی وجہ سے جو ہمدردی قدرتی طور پر میں آپ کے ساتھ رکھتا ہوں وہ مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔ میری مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے بھائی بھندوں کا قتل تمام ہو چکنے کے بعد لاشوں کے ڈبھر میں یہ ڈھونڈ مڑھتا پھرتا ہو کہ کہاں کوئی سخت بسمل ابھی سانس لے رہا ہے۔

یقین جانتے یہ بات میں مبالغہ کی راہ سے نہیں کہہ رہا ہوں میں انجاری زبان میں "سنسنی" پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ فی الواقع اس نظام تعلیم کے متعلق میرا نقطہ نظر یہی ہے۔ اور اگر میں آپ کو ذرا تفصیل کے ساتھ بتاؤں کہ میں کیوں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں تو کیا عجب کہ آپ خود بھی مجھ سے اتفاق کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ شاید آپ میں سے ہر شخص اس بات کو جانتا ہوگا کہ اگر کوئی پورا ایک جگہ سے اٹھ کر کسی دوسری ایسی

جگہ لٹکا دیا جائے۔ جہاں نہ زمین آب و ہوا موسم ہر چیز اس کی طبیعت کے خلاف ہو۔ تو وہ وہاں کبھی جڑ نہ پکڑ سکیگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ مصنوعی طور پر اس کے لئے وہی حالات پیدا کر دیئے جائیں جو اس کی قدرتی حالت پیدائش میں تھے لیکن ظاہر ہے کہ لیسورٹری کی مصنوعی زندگی ہر پودے کو تمام عمر کے لئے میسر نہیں آسکتی! اس غیر معمولی صورت حال کو نظر انداز کر دینے کے بعد یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ کسی پودے کو اس کی اصلی حالت پیدائش سے اکھاڑنا اور ایک مختلف قسم کے ماحول میں لے جا کر لٹکا دینا دراصل اسے ہلاک کرنا ہے۔

اچھا اب ذرا اس بدقسمت پودے کی حالت کا اندازہ کیجئے جو اپنی زمین میں سے اکھاڑا نہیں گیا اپنے ماحول سے نکالا نہیں گیا۔ وہی زمین ہے۔ وہی آب و ہوا ہے وہی موسم ہے جس میں وہ پیدا ہوا تھا مگر سائنٹسٹ طریقوں سے خود اس کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کر دی گئی کہ وہ اس اپنی ہی جائے پیدائش میں اس کی طبیعت اس زمین اس آب و ہوا اور اس موسم سے بے لگاؤ اور بے گانہ ہو کر رہ گئی۔ اور وہ اس قابل نہ رہا کہ اس زمین میں اپنی جڑیں پھیل سکے۔ اس ہوا اور اس پانی سے غذا حاصل کر سکے۔ اور اس موسم میں پھل پھول سکے اس اندرونی تغیر کی وجہ سے وہ بعینہ ایسا ہو گیا جیسے کسی دوسری زمین کا پودا ہے۔ اور اجنبی ماحول میں لٹکا دیا گیا ہے۔ اب وہ اس کا محتاج ہو گیا ہے کہ اس کے گرد مصنوعی فضا تیار کی جائے۔ اور مصنوعی طور پر اس کی زندگی کا سامان کیا جائے۔ لیسورٹری کی زندگی اگر اسے بہم پہنچے تو وہاں جہاں پیدا ہوا ہے وہیں کھڑے زمین چوڑھے گا۔ اور مر بھا کر رہ جائے گا۔

پہلا فعل یعنی ایک پودے کو اکھاڑ کر اجنبی ماحول میں جا رکھنا چھوٹے درجہ کا ظلم ہے۔ اور دوسرا فعل یعنی

ہے جو آپ کی چاروں طرف بچایا ہوا ہے؟ آپ کی شخصیت اس ماحول میں کس قدر بے گناہ اور یہ ماحول آپ کی شخصیت کے لئے کتنا اجنبی ہے؟ اکاش آپ کے اندر اتنی جس ہی باقی رہنے دی گئی ہوگی کہ آپ اس بیگانگی کو اور اس کی اذیت کو محسوس کر سکتے۔

آپ اتنا تو آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ خام اشیاء کو صنت کاریگری سے تیار کرنے کا مدعا یہی ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے لئے کارآمد اور مفید بن سکیں جو چیز اس طرح تیار کی گئی ہو کہ اس سے یہ مدعا حاصل نہ ہو سکے وہ خود بھی ضائع ہوئی۔ اور اس پر کاریگری بھی فضول صرف کی گئی۔ کپڑے پر خیاطی کی قابلیت اسی لئے صرف کی جاتی ہے کہ وہ جسم پر راست آئے۔ یہ بات حاصل نہ ہوئی تو اس کاریگری نے کپڑے کو بنایا نہیں۔ بجا کر دیا۔ خام بھس پر طباطبائی کا فن صرف کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائے۔ اگر وہ کھانے ہی کے قابل نہ ہوئی۔ تو باورچی نے اسے ضائع کیا۔ کہ بنایا۔ بالکل اسی طرح تعلیم کا مدعا بھی یہ ہوتا ہے۔ کہ سوسائٹی میں جن نئے انسانوں نے جنم لیا ہے اور جن کی جلی صلاحیتیں ابھی خام حالت میں ہیں۔ ان کو بنانا اور کرادہ بہتر طریقہ پر نشوونما دے کر اس قابل بنادیا جائے۔ کہ جس سوسائٹی نے انہیں جنم دیا ہے۔ وہ اس کے مفید اور کارآمد فرد بن سکیں۔ اور اس کی زندگی کے لئے باہدگی اور فلاح و ترقی کا ذریعہ ہوں۔ مگر جو تعلیم افراد کو ابھی سوسائٹی اور اس کی حقیقی زندگی سے اجنبی بنا دے اس کے حق میں اس کے سوا آپ اور کیا فتویٰ دے سکے ہیں کہ وہ افراد کو بنائی نہیں بلکہ ضائع کرتی ہے؟ ہر قوم کے بچے دراصل اس کے مستقبل کا محضر ہوتے ہیں۔ قدرت کی طرف سے یہ محضر ایک لوح سادہ کی شکل میں آتا ہے۔ اور قوم کو یہ

ایک پودے کو اسی جگہ جہاں وہ پیدا ہوا ہے اپنے ماحول سے اجنبی بنادینا اس سے عظیم تر ظلم ہے۔ اور جیسا کہ دو نہیں لاکھوں پودوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جا رہا ہو۔ اور اتنے کثیر التعداد پودوں کے لئے لیبوریٹری کی مصنوعی فضا بہم پہنچا محال ہو تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر اسے ظلم کے بجائے قتل عام کہا جائے

حقیقی صورت حال کا جو مطالعہ میں نے کیا ہے۔ وہ مجھے بتاتا ہے کہ ان درسگاہوں میں آپ کے ساتھ ہی کچھ ہو رہا ہے۔ آپ ہندوستان کی سرزمین میں مسلم سوسائٹی کے اندر پیدا ہوئے ہیں۔ یہی زمین ہی تمدنی آب و ہوا یہی تہذیبی ماحول ہے جس کی پرورش آپ میں آپ کے نشوونما پانے اور پھل پھول لانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ اسی زمین میں جڑیں پھیلانیں۔ اور اسی آب و ہوا سے زندگی کی طاقت حاصل کریں۔ اس ماحول سے آپ کو جتنی زیادہ مناسبت ہوگی اسی قدر زیادہ باہدگی آپ کو نصیب ہوگی۔ اور اسی قدر زیادہ اس چمن کی بہار میں آپ اضافہ کریں گے۔ مگر واقعہ کیا ہے؟ یہاں جو تعلیم اور تربیت آپ کو ملتی ہے جو ذہنیت آپ کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ جو خیالات جذبات اور دائمیات آپ کے اندر پرورش پاتے ہیں۔ جو عادات اطوار اور خصائل آپ میں راسخ ہوتے ہیں۔ اور جس فکر و نگ طبیعت اور طریق زندگی کے سانچے میں آپ ڈھالے جاتے ہیں۔ کیا وہ سب مل کر اس زمین اس آب و ہوا اور اس موسم سے کوئی مناسبت بھی آپ کے اندر باقی رہنے دیتے ہیں؟ یہ زبان جو آپ بولتے ہیں یہ لباس جو آپ پہنتے ہیں یہ طرز زندگی جو آپ اختیار کرتے ہیں۔ یہ نظریات اور افکار جو آپ اس تعلیم سے حاصل کرتے ہیں۔ ان سب چیزوں کو آخر کونسا لگاؤ آپ کے ان کرداروں بھائیوں کے ساتھ ہے جن کے درمیان آپ کا جینا اور مرنا ہے۔ اور اس تمدن کے ساتھ

اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خود اس پر اپنے مستقبل کا فیصلہ لکھے ہم وہ دیوالیہ قوم ہیں جو اس محضر پر اپنے مستقبل کا فیصلہ خود لکھنے کے بجائے اپنے دوسروں کے حوالہ کر دیتی ہے کہ وہ اس پر جو چاہیں قیمت کر دیں خواہ وہ ہماری اپنی موت ہی کا فتویٰ کیوں نہ ہو۔

جب آپ کوئی کپڑا سلواتے ہیں اور وہ آپ کے جسم پر راست نہیں آتا تو مجبوراً آپ اسے مارکیٹ میں لے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اونے پونے بیچ کر کچھ دام ہی سیدھے کر لیں۔ اگر کپڑا کوئی ذی شعور ہستی ہو تو وہ خود بھی اپنا کوئی مصرف اس کے سوا نہیں سوچ سکتا کہ کہیں نہ کہیں اس کے سے ناپ اور اس کی سی تراش خراش کے کپڑے کی مانگ ہو تو وہ وہاں کھپ جائے۔ جب تک کسی جسم پر وہ راست نہ آئے گا نیلام گھروں اور کبار خانوں میں مارا مارا پھرتا رہے گا۔ ایسا ہی حال ان لوگوں کا بھی ہے جو ان درسگاہوں سے تیار ہو کر نکلتے ہیں جس سوسائٹی نے انہیں تیار کر لیا ہے۔ اس کے پاس جب یہ تیار ہو کر واپس پہنچتے ہیں تو وہ بھی محسوس کرتی ہے افسوس خود بھی محسوس کرتے ہیں کہ یہ اس کے تمدن اور اس کی زندگی کے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ جس طرح معدہ اس غذا کو قبول نہیں کرتا جو اس کے لئے مناسب نہ ہو۔ اسی طرح سوسائٹی بھی طبعی طور پر ان افراد کو اپنے اندر کھپا نہیں سکتی جو اس کے لئے مناسب نہ ہوں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان کو کسی کام کا نہ پا کر نیلام کے لئے پیش کر دیتی ہے جس قدر قیمت پر بھی یہ یک سکتے ہیں بیچ ڈالتی ہے۔ اور یہ خود بھی اپنی زندگی کا مصرف اس کے سوا نہیں سمجھتے کہ کہیں یک جائیں۔ آپ غور تو کیجیے کس قدر سخت خسارے میں ہے وہ قوم جو اپنی بہترین انسانی متاع دوسروں کے ہاتھ بیچتی ہے؟ ہم وہ ہیں جو انسان دے کر جوتی اور کپڑا

اور روٹی حاصل کرتے ہیں! قدرت جو انسانی طاقت اور دماغی طاقت ہم کو خود ہمارے اپنے کام کے لئے دی تھی وہ دوسروں کے کام آتی ہے۔ ان ہتھکنڈے جموں میں جو طاقت بھری ہوئی ہے۔ ان بڑے بڑے سروں میں جو قابلیتیں بھری ہوئی ہیں۔ ان چوڑے پکے سینوں میں جو دل طرح طرح کی طاقتیں رکھتے ہیں۔ جنہیں خدا نے ہمارے لئے عطا کیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک ایک دو فیصدی ہمارے کام آتے ہیں۔ باقی سب کو دوسرے خرید لے جاتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اس خسارے کی تجارت کو ہم بڑی کامیابی سمجھ رہے ہیں کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارا اصل سرمایہ زندگی تو یہی انسانی طاقت ہے اسے بیچنا نفع کا سودا انہیں بلکہ سراسر ٹوٹا ہے۔

مجھے بکثرت ایسے نوجوانوں سے ملنے کا موقع ملتا ہے۔ جو اعلیٰ تعلیم پا سہے ہیں۔ تازہ تازہ فالخ ہوئے ہیں سب سے پہلے میں یہ تحقیق کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی زندگی کا کوئی مقصد بھی معین کیا ہے یا نہیں۔ مگر میری مایوسی کی انتہا نہیں رہتی جب میں دیکھتا ہوں کہ مشکل سے ہزاروں میں کوئی ایسا ملتا ہے جو اپنے سامنے زندگی کا کوئی مقصد رکھتا ہو۔ بلکہ بیشتر اصحاب تو ایسے ہیں جن کے ذہن میں اس امر کا سرے سے کوئی تصور ہی نہیں ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی مقصد بھی ہونا چاہیئے یا ہو سکتا ہے۔ مقصد کے سوال کو وہ محض فلسفیانہ یا شاعرانہ مسئلہ سمجھتے ہیں۔ اور عملی حیثیت سے یہ طے کرنے کی کوئی ضرورت ان کو محسوس نہیں ہوتی کہ آخر دنیا کی زندگی میں ہماری کوششوں اور محنتوں کا اور ہمارے تمام دھڑ دھوپ کا کوئی منتہا اور کوئی مقصد بھی ہونا چاہیئے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی یہ حالت دیکھ کر میرا سر چکرانے لگتا ہے۔ میں حیران ہو کر سوچنے لگتا ہوں کہ اس نظام تعلیم کو کس نام سے یاد کر دوں جو چند برس

سال کی مسلسل دماغی تربیت کے بعد بھی اس قابل نہیں بنتا کہ وہ اپنی قوتوں اور قابلیتوں کا کوئی مصرف اور اپنی کوششوں کا کوئی مقصد معین کر سکے بلکہ زندگی کے لئے کسی نصب العین کی ضرورت ہی محسوس کریں گے۔ اینٹ اینٹ کو بنانے والی تعلیم ہے یا اس کو قتل کرنے والی؟ بے مقصد زندگی بسر کرنا تو حیوانات کا کام ہے۔ اگر آدمی بھی صرف اس لئے جسے کہ جینا ہے اور اپنی قوتوں کا مصرف بقائے نفس اور تناسل کے سوا کچھ نہ سمجھے تو آخر اس میں اور دوسرے حیوانات میں کیا فرق باقی رہا۔

میری اس تنقید کا یہ مدعا ہرگز نہیں ہے کہ آپ کو ملازمت کروں۔ ملازمت تو تصور اور کوئی جاتی ہے۔ اور آپ قصور وار نہیں بلکہ مظلوم ہیں۔ اس میں دہ اصل آپ کی مدد دی میں یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اب جو آپ زندگی کے عمل میدان میں قدم رکھنے کے لئے جا رہے ہیں۔ تو پوری طرح اپنا جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ فی الواقع اس مرحلہ پر آپ کس پوزیشن میں ہیں۔ آپ ملت اسلام کے افراد ہیں۔ یہ ملت کوئی نسلی قومیت نہیں ہے۔ کہ جو اس میں پیدا ہوا ہو۔ وہ آپ سے آپ مسلم ہونے کے لئے کافی ہو۔ دراصل اسلام ایک مخصوص نظام فکر کا نام ہے جس کی بنیاد پر تمدنی زندگی اپنے تمام شعبوں اور پہلوؤں کے ساتھ تعمیر ہوتی ہے۔ اس ملت کا بقا بالکل اس بات پر منحصر ہے کہ جو افراد اس میں شامل ہوں وہ اس نظام فکر کو سمجھتے ہوں۔ اس کی روح سے آشنا ہوں۔ اور اپنی تمدنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس روح کی عملی تفسیر و تعبیر پیش کرنے پر تیار ہوں۔

خصوصیت کے ساتھ ملت کے اہل دماغ طبقہ کے لئے تو سب سے بڑھ کر اس علم و فہم اور اس عمل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہی طبقہ ملت کا رہنما اور پیش رو ہے۔ اگرچہ ہر قوم اور ہر گروہ کو اس کی ضرورت ہوتی رہے کہ اس

کا اہل دماغ طبقہ اس کی مخصوص قومی تہذیب کے رنگ میں پوری طرح رنگا ہوا ہو لیکن ملت اسلام کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ یہاں ہماری انفرادیت کی اساس نہ خاک ہے نہ خون نہ رنگ نہ زبان نہ کوئی اور مادی چیز بلکہ صرف اسلام۔ ہمارے زندہ رہنے اور ترقی کرنے کی کو کوئی صورت اس کے سوا نہیں ہے کہ ہماری ملت کے افراد اور خصوصاً اہل دماغ طبقے اسلامی طرز فکر اور اسلامی طرز عمل کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں۔ اس لحاظ سے ان کی تعلیم و تربیت میں جتنی اور جیسی کمزوری ہوگی۔ اس کا عکس ہماری ملت کی زندگی میں ہوں گا توں نمودار ہوگا۔ اور اگر وہ اس سے بالکل خالی ہوں۔ تو یہ دراصل ہماری موت کا نشان ہوگا۔

یہ وہ حقیقت ہے جس سے یہاں کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ مگر کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ موجودہ نظام تعلیم میں ملت اسلام کے نو بہانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جو انتظام کیا جاتا ہے وہ دراصل ان کو اس ملت کی پیشوائی کیلئے نہیں بلکہ اس کی غلامت گری کے لئے تیار کرتا ہے؟ ان درس گاہوں میں آپ کو فلسفہ سائنس، معاشیات، قانون، سیاسیات، تاریخ اور دوسرے تمام وہ علوم پڑھائے جاتے ہیں جن کی مارکیٹ میں مانگ ہے۔ مگر آپ کو اسلامی فلسفے، اسلام کی اساس حکمت، اسلام کے اصول معیشت اسلام کے اصول قانون اسلام کے نظریہ سیاسی اور اسلام کی تاریخ اور فلسفہ تاریخ کی ہوائ تک لگنے نہیں پائی اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ آپ کے ذہن میں زندگی کا پورا نقشہ اپنے تمام جزئیات اور تمام پہلوؤں کے ساتھ بالکل غیر اسلامی خطوط پر بنتا ہے۔ آپ غیر اسلامی طرز پر پڑ پختہ لگتے ہیں۔ غیر اسلامی نقطہ نظر سے زندگی کے ہر معاملہ کو دیکھتے ہیں۔ اور دیکھنے پر مجبور ہوتے ہیں کیونکہ اسلامی نقطہ نظر آپ کے سامنے آتا ہی نہیں منتظر طو پر کچھ

معلومات اسلام کے متعلق آپ تک پہنچتی ہیں مگر وہ غیر مستند اور بسا اوقات غلط اور مخرافات کے ساتھ ملی جلی ہوتی ہیں۔ ان معلومات سے اس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا کہ آپ ذہنی طور سے اسلام سے اور زیادہ بعید ہو جاتے ہیں۔ آپ میں سے جو لوگ محض آبائی مذہب ہونے کی وجہ سے اسلام کے ساتھ گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ دماغی طور پر غیر مسلم ہو جانے کے باوجود کسی نہ کسی طرح اپنے دل کو سمجھاتے رہتے ہیں کہ اسلام حق تو ضرور ہو گا اگرچہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور جو لوگ اس عقیدت سے بھی خالی ہو چکے ہیں وہ اسلام پر اعتراض کرنے اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں چوکتے۔

اس قسم کی تعلیم پانے کے ساتھ عملاً جو تربیت آپ کو میسر آتی ہے۔ جس ماحول میں آپ گھر سے رہتے ہیں۔ اور عملی زندگی کے جن نمونوں سے آپ کو واسطہ پیش آتا ہے۔ ان میں مشکل ہی سے کہیں اسلامی کیرکٹر اور اسلامی طرز عمل کا نشان پایا جاتا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو عملی حیثیت سے اسلام کی واقفیت بہم پہنچانی گئی ہو۔ عملی حیثیت سے اسلامی تربیت دی گئی ہو وہ فرشتے تو نہیں ہیں کہ خود بخود مسلمان بن کر اٹھیں۔ ان پر وحی تو نازل نہیں ہوتی کہ خود بخود ان کے دل میں علم دین ڈال دیا جائے۔ وہ پانی اور ہوا سے اسلامی تربیت اخذ نہیں کر سکتے۔ اگر وہ فکر اور عمل دونوں حیثیتوں سے غیر اسلامی شان رکھتے ہیں تو یہ ان کا تصور نہیں بلکہ ان درمگاہوں کا تصور ہے جو موجودہ نظام تعلیم کے ماتحت قائم کی گئی ہیں۔ وہ حقیقت یہ میرا وجدان ہے حبیباً کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ان درسگاہوں میں دراصل آپ کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اور اس ملت کی قبر کھودی جاتی ہے جس کے نوہال آپ ہیں۔ آپ نے جس سوسائٹی میں جنم لیا۔ جس کے فروع پر تعلیم پائی۔ جس کی فلاح کے

ساتھ آپ کی فلاح اور جس کی زندگی کے ساتھ آپ کی زندگی وابستہ ہے۔ اس کے لئے آپ بے کاہ بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ آپ کو صرف یہی نہیں کہ اس کی فلاح کے لئے کام کرنے کے قابل نہیں بنادیا گیا ہے کہ بلا ارادہ آپ کی ہر حرکت اس ملت کے لئے فتنہ سامان ہو جاتی کہ آپ اس کی خیر خواہی کے لئے بھی کچھ کرنا چاہیں تو وہ اس کے حق میں مضر ثابت ہو۔ اس لئے کہ آپ اس کی فطرت سے بیگانہ اور اس کے ابتدائی اصولوں تک سے بیگانہ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ کی پوری دماغی تربیت اُس نقشہ پر کی گئی ہے جو ملت اسلام کے نقشہ کے بالکل برعکس ہے اپنی اس پوزیشن کو اگر آپ سمجھ لیں۔ اور اگر آپ کو پوری طرح احساس ہو جائے کہ فی الواقع کس قدر خطرناک حالت کو پہنچا کر اب آپ کو کاہ نہ از زندگی کی طرف جانے کے لئے چھوڑا جا رہا ہے تو مجھے یقین ہے کہ آپ کچھ نہ کچھ تلافی مافات کی کوشش ضرور کریں گے۔ پوری تلافی تو شاید اب بہت ہی مشکل ہے تاہم میں آپ کو تین باتوں کا مشورہ دوں گا جن سے آپ کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ (۱) جہاں تک ممکن ہو عربی زبان سیکھنے کی کوشش کیجئے کیونکہ اسلام کا ماخذ اصلی قرآن اسی زبان میں ہے۔ اور اس کو جب تک آپ اس کی زبان میں نہ پڑھیں گے اسلام کا نظام فکر کبھی آپ کی سمجھ میں پوری طرح نہ آسکے گا۔ عربی تعلیم کا پرانا ہولناک طریقہ اب غیر ضروری ہو گیا ہے۔ جدید طرز تعلیم سے آپ کچھ سمجھنے میں اتنی عربی کچھ سیکھ سکتے ہیں کہ قرآن کی عبادت سمجھنے لگیں۔

۱۔ ہمارا خیال ہے کہ عربی دانی کے لئے مولانا مودودی صاحب کا یہ اندازہ عام ذہنوں کے اعتبار سے کم ہے۔ ممکن ہے کہ بعض خاص سمجھدار و مازچہ ماہ میں اتنی عربی سیکھ سکتے ہوں کہ پھر قرآن مجید سمجھنے لگیں۔ درجہ عام طور سے یہ مدت تھوڑی ہے

قرآن مجید سیرت رسول اور صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ اسلام کو سمجھنے کے لئے ناگزیر ہے جہاں آپ نے اپنی زندگی کے ۱۲-۱۵ سال دوسری چیزوں کے پڑھنے میں ضائع کئے ہیں۔ وہاں اس سے آدھا بلکہ چوتھائی وقت ایسی چیز کے سمجھنے میں صرف کر دیجئے جس پر آپ کی ملت کی اساس قائم ہے اور جس کو جانے بغیر آپ اس ملت کے کسی کام نہیں آسکتے۔

(۳) جو کچھ بھلی یا بری رائے آپ نے ناکافی اور منتشر معلومات کی بناء پر اسلام کے متعلق قائم کر رکھی ہو اس

سے اپنے ذہن کو خالی کر کے اس کا باقاعدہ مطالعہ کیجئے پھر جس دوائے پر بھی آپ پہنچیں گے وہ قابل وقعت ہوگی تعلیم یافتہ آدمیوں کے لئے یہ کسی طرح موند وں نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کے متعلق کافی معلومات حاصل کئے بغیر اپنے قائم کریں۔

اب میں اس دعا کے ساتھ اپنا خطبہ ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے اور آپ کو اس خطرہ سے بچائے جس میں آپ پھنسا دیئے گئے ہیں۔  
دا خرد علوانا الحمد للہ رب العالمین

رد خالسا ریت

## مشرقی کا مشرکانہ عقیدہ

(انڈیا کٹر خواجہ محمد ایوب صاحب بھروی نزیل آگرہ)

مشرقیات اللہ مشرقی کا عقیدہ ہے کہ اعمال صالحہ کا ثمری مفہوم تنگن فی الارض و خلافت ارضی ہی اور اپنے اس عقیدے کی دلیل اور ثبوت میں قرآن حکیم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔  
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اَسْتَخْلَفْنَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں کے ساتھ جو تم میں سے پہلے اُس نے دوسروں کو خلیفہ بنایا تھا۔ اس آیت کریمہ سے انہوں نے اعمال صالحہ کے سمجھنے میں انتہائی کوتاہ نظری سے کام لیا ہے۔ اعمال صالحہ سے مراد

انہوں نے جہاد سمجھا ہے۔ اور وہ اس وجہ سے کہ بغیر جنگ بدل اور بغیر قتل و خونریزی یا بغیر جہاد حقیقی کے ان کے خیال کے ماتحت خلافت ارضی کا وعدہ خدائی پورا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی وجہ سے وہ انگریزوں اور دوسرے حکمرانوں کو اپنے زور و بیان سے مومن کہہ گئے ہیں۔ دلیل وہی دلیل سابق ہے کہ وہ حکمران وقت ہیں نیک اعمال (یعنی حکومت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ حکومت اُن کے پاس ہے وغیرہ قرآن حکیم کے ساتھ مشرقی نے کتنی نا انصافی کی ہے۔ اعمال صالحہ سے مراد اگر صرف خلافت ارضی ہے تو فرعون۔ نمرود اور

۲۳ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے

(بقیہ حاشیہ ۲۹) اگرچہ صحیح ہے کہ کبرائے ہونا ایک طریقہ کی ضرورت نہیں لیکن قواعد عربیہ پر پورا قابو یا ختم ہوئے بغیر قرآن دانی مشکل ہے اور آج کل بہت سے اچھے لکھنے والے عربی دان مترجم و مفسرین گرفت و بچارہ ہیں۔ اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ قواعد عربیہ کے سیکھنے اور ان میں یونہی پیدا کرنے کے لئے اگر زیادہ عرصہ بھی خرچ ہو جائے تو اس سے گمراہ نہ کرنا چاہئے۔ فہم قرآن کے سلسلہ میں اگر کچھ دن زیادہ صرف ہوں۔ تو بھی بہر حال فائدہ ہی ہے گا۔ (ادارہ شمس الاسلام)

شدہ ادکی حکومتوں کے متعلق مشہور کیا گیا ہے۔ اگر

ان کفار کی حکومتوں کو انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں نیک اعمال کا نتیجہ کہا جائے گا تو مشرقی کا غالباً ایک بیرونی سامنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ قرآنی مفہوم بالکل بین اور واضح ہے۔ اور اعمال صالحہ سے مراد وہی ہے جس کو آج تک جمہور اسلام سمجھتے آئے ہیں اور سمجھاتے رہے ہیں۔ جہاد اسلام بھی اعمال صالحہ کا ایک ضمنی جزو ہے۔ اس کے علاوہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حقوق اللہ، حقوق العباد وغیرہ سینکڑوں اعمال صالحہ کی پوری پوری دیوار متزلزل ہو جاتی ہے مثلاً ہم کہیں کہ نماز پڑھنا نیک عمل نہیں ہے یا روزہ رکھنا نیک عمل نہیں ہے تو سناری عمر جنگ و قتال میں صرف کر دیجئے اور کہتے رہیے کہ یہ سب غلبہ اسلام اور شوکت اسلام کے لئے کیا گیا ہے۔ مگر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس کو تسلیم نہ کرے گا۔ برخلاف ازیں آپ صرف جہاد میں ہی تمام اعمال صالحہ کو ختم کر دیں اور باقی تمام کی نفی کر دیں تو یہ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے اس مفہوم کو پیش نظر رکھ کر آیہ کریمہ کی طرف پھر توجہ مبذول کیجئے اور یاد ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اُن لوگوں کے ساتھ جو تم میں سے ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے اس نے دوسروں کو خلیفہ بنایا تھا۔ معاملہ بالکل صاف ہے اصحاب رسول سے یہ حقیقتاً خطاب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے پہلے لوگوں کو بھی اعمال صالحہ کی بنا پر خلافت ارضی نصیب فرما چکے ہیں تو تم موہنی قوم عیسائی قوم ابراہیم کو اُن کے اعمال صالحہ کی بنا پر حکومت ارضی نصیب ہوئی اور اسی طرح ہزار ہا واقعات ان کے علاوہ بھی ہیں۔ انہیں واقعات میں سے مثال کے طور پر فرعون کے غرق ہونے کا قصہ سامنے لائیے۔ اس میں حضرت موسیٰ نے جہاد کیا تھا۔ خداوند حکیم نے دریا کو ٹکڑے کر کے اُن کی افواج کو تار دیا۔ اور افواج قاہرہ

فرعون کو غرق دریا سے نیل کیا۔ یہاں خدائی وحدہ فلانت پورا نہیں ہوا۔ اور سوائے پند و نصائح کے اور دعوؤں کے جنگ و قتال کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح آئندہ مسلمانوں کے لئے بھی یہی بشارت ہے کہ اسخ العقیدہ مومنوں کو اعمال صالحہ کی شرط کے ساتھ ممکن ارضی جہاد فرمائی جائیگی۔ لفظ مومن میں ایک فلسفہ اور بھی مضمر ہے کہ وہ شخص مومن نہیں کہا جاسکتا اور نہیں ہو سکتا۔ جو مسلمانوں کی اندر دنی اصلاح تنظیم کا حامی نہ ہو۔ اور یہی اصلاح جماعت اور اصلاح قوم نفوق و برتری اور غلبہ و ٹکڑی ارضی کا ابتدائی ذمہ اور پہلی سیڑھی ہے۔ اور خیال فرمائیے کیا اُس شخص کو مومن کہا جاسکتا ہے۔ جو نماز کا قائل نہ ہو۔ روزے کا حامی نہ ہو وغیرہ۔ تو قرآنی مفہوم مومن اور اعمال صالحہ کا یہی ہوا کہ مومن وہ ہے جو اعمال صالحہ کر لے۔ اور اعمال صالحہ وہ ہیں جو مومن کے اندر تمام و مکمل موجود ہوں۔ پس مشرقی کا اعمال صالحہ کے وسیع خیال کو محدود کر دینا قرآنی مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔ اور حقیقتاً یہ شرک فی الصفات ہے۔

**اطلاع** مجلس مرکزیہ حزب الانصار کے تمام ادارے باقاعدہ طور پر اپنی سرگرمیوں میں مصروف کار ہیں۔ دارالعلوم عزیزیہ میں حضرت مولانا محمد رفیع قادری کے چوتھے روزہ تدریس کا کام باقاعدہ طور پر شروع ہو گیا ہے مولانا مفتی سیاح الدین صاحب دس اسباق۔ مولانا سعید الرحمن صاحب دس اسباق اور مولانا محمد نعیم صاحب باہ اسباق بڑے شوق و اہتمام کے ساتھ پڑھا رہے ہیں۔ طلبہ ششماہی امتحان کی تیاریوں میں بھی نہایت تدریسی کے ساتھ مصروف ہیں۔ دارالقرآن کے قرآن خوان اور حفظ کرنے والے طلبہ بھی نہایت شوق کے ساتھ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ الغرض جہاد ہر طرح کا ملیا لی کے ساتھ تعلیمی سلسلہ جا رہی ہے۔

مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد تعزیت کے لئے تشریف لانے والے ہماروں کی آمدورفت کی وجہ سے جانشین مولانا مرحوم مولانا حاجی الفتی احمد صاحب بکری نے ابھی تبلیغ دورے کا پیر و گرام مرتب نہیں کیا۔ انشاء اللہ عقیب آپ مبلغین کی جماعت کو سب آج لے کر علاقہ میں تبلیغی دورہ کے لئے تشریف لے جائیں گے۔

(جہتم دارالعلوم عزیزیہ)

# خاکساری فتنہ پر مدیران اخبارات کے تبصرے

خاکساروں کی بچائی ہوئی رقم ۹۳۷۵۰ روپے روزانہ ۲۸۲۵۰

روپے ماہانہ اور ۳۳۷۵۰۰ روپے سالانہ بنتی ہے۔ گویا تیس لاکھ خاکسار اگر ایک صدی تک دوپیسے روزانہ جمع کرتے ہیں۔ تو ان کے بیت المال میں تیس کروڑ پچھتر لاکھ روپے فراہم ہو جائیں گے۔

یہ بیت المال کی تحریک نہیں مسخرین ہے۔ اول تو یہ بہت بڑا ہٹلری جھوٹ ہے کہ خاکساروں کی تعداد تیس لاکھ ہے۔ بہاری معلومات کے مطابق خاکساروں کی تعداد ان کے عروج کے زمانے میں بھی بیس پچیس ہزار سے آگے نہیں بڑھی۔ اور آج کل تو وہ صرف خال خال ہی رہ گئے ہیں۔

دوم۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خاکسار تیس لاکھ ہی ہیں۔ تو ان سے دو دوپیسے روزانہ فراہم کرنے کا کام جو ایجنسی انجام دے گی اس پر بھی کچھ خرچ ہو گا یا نہیں؟ ایک صدی کا حساب لگا لینا تو درکنار ایک ہزار صدی کا حساب بھی مشکل نہیں۔ لیکن اس سوال کا جواب دینا بے حد دشوار ہے کہ آیا ایک صدی تک خاکساروں کی تعداد تبس ہی لاکھ رہے گی؟ کیا ان میں سے کوئی فوت نہ ہو گا؟ کیا ان میں سے کوئی خاکساروں سے مستغنی نہ ہو گا؟ کیا ان کی اولاد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ خاکسار ہی رہیں۔

خدا جانے مسلمانوں کو موجودہ دور خرافات سے کب نجات ملے گی۔ اور کب یہ بنیادی نکتہ ان کی سمجھ میں آئے گا۔ کہ غلاموں کا کوئی بیت المال نہیں ہو کر تا نہ ہو سکتا ہے۔ بیت المال امامت و خلافت سے وابستہ ہے۔ اور وہی اس کی فراہمی کی اہل اور حقدار ہے۔ یہ تحریک کا لیڈر امیر یا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور ہر چہ "بیت المال نہیں بن سکتا۔" (انقلاب

(باقی)

(۱)

خاکساروں کے لیڈر کیا وہ عام خاکسار کی مانند سب کو علم حساب سے خاص دلچسپی ہے۔ جب کوئی تحریک سوچتی ہے۔ جھٹ خاکساروں کی من مانی تعداد قائم کر کے ریاضی کا ایک گھن چکر کھڑا کر دیتے ہیں مثلاً بنگال میں قحط پڑا۔ تو حضرت علامہ مشرقی نے اعلان فرمایا کہ ہندوستان میں اتنے لاکھ خاکسار موجود ہیں۔ اگر ان کی پانچ پانچ کی ٹولیاں بنا دی جائیں۔ اور ہر ٹولی ایک فاقہ کش بنگالی کی پرورش اپنے ذمے لے لے۔ تو اتنے لاکھ بنگالیوں کو روٹی کپڑے کی طرف سے بے فکری ہو جائے۔

اس کے بعد چند سو خاکسار فاقہ کشوں کو لانے کے لئے بنگال تشریف لے گئے۔ بنگال کی وزارت نے بھی ان کی مدد کی لیکن کچھ مدت کے بعد حکومت کو معلوم ہو گیا کہ ان تلوں میں تیل نہیں۔ چنانچہ اس نے خاکساروں کو حکم دیا کہ سب اب کسی فاقہ کش کو بنگال سے باہر لے جانے کی اجازت نہیں۔ خاکساروں نے کہا کہ ہمیں واپس گھر جانے کے لئے کرایہ دیا جائے۔ حکومت نے کہا کہ ہم آپ کو بلانے نہیں گئے تھے پھر یہ کرایہ کیسا؟ چنانچہ خاکسار وہاں سے بیک پی دو گوش واپس روانہ ہوئے۔ اور بہت سے تو گلگتہ سے پنجاب تک پیدل پہنچے کیونکہ کرائے کے پیسے پاس نہ تھے۔

غرض وہ لاکھوں بنگالیوں کی پرورش کا دایرہ ایسا وسیع ہوا۔ اور اس سلسلے میں ایسی ناقصہ شکایات پیدا ہوئیں کہ العیاذ باللہ۔

اب لکھنؤ کے خاکساروں کو ریاضی کا دورہ پڑا ہے۔ ان کا فارمولہ درج ذیل ہے:-

وہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں خاکساروں کی تعداد تیس لاکھ ہے۔ اگر ہر خاکسار دوپیسے روزانہ چائے تو تمام



# المناک حادثہ

(انڈیرا زادہ محمد بہاء الحق قاسمی امرتسری)

اگرچہ دنیا سرائے فانی ہے۔ اس میں جو آیا، جانے ہی کے لئے آیا۔ لاکھوں کروڑوں انسان آتے ہیں اور چلے بھی جاتے ہیں۔ جانے والوں میں غالب اکثریت ایسوں کی ہوتی ہے جن کے جانے کا احساس متعلقین کے سوا کسی کو بھی نہیں ہوتا، لیکن بعض جانے والوں کے جانے سے ہنرم انسانیت سوئی ہو جاتی ہے۔ اپنے ہی نہیں اغیار بھی سو گوارہ نظر آتے ہیں۔ وہ خود تو ذوالمحبوب کی خوشی میں مسکراتے ہوئے جاتے ہیں۔ لیکن اپنے پیچھے بے شمار آئینہ بہانے والے رفیقوں اور دوستوں کو چھوڑ جاتے ہیں۔ کتنا مبارک نصیحت وقت۔ اور کتنی سعید تھی وہ گھڑی، جب مولانا ظہور احمد گوبی (فوار اللہ مرقدہ) جیسے آنے والے اس سرائے فانی میں آئے اور کس قدر المناک اور درد انگیز تھی وہ ساعت جس میں وہ اپنے چاہنے والوں کو مرغِ بسمل کی طرح تڑپتے پڑے چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف چلے بھی گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آج مسلمانوں میں نہ علماء کی کمی ہے نہ واعظوں کی نہ لیڈروں کی نہ مشائخِ طریقت کی لیکن مصیبت یہ ہے کہ اگر کسی میں علم ہے تو عمل نہیں۔ عمل ہے تو وہ اپنی ذات تک محدود ہے تبلیغِ دین کی تڑپ نہیں اگر تڑپ موجود ہے تو

تمام کرنے کا سلیقہ نہیں اگر سلیقہ موجود ہے تو اخلاص مفقود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک یہ تمام اوصاف کسی خادمِ دین میں موجود نہ ہوں۔ وہ صحیح طریق پر اسلام کی خدمات انجام

نہیں دے سکتا۔ آج بہادی بد قسمتی سے ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک میں چند ہی گنتی کے ایسے حضرات موجود ہیں۔ جو اس میدان پر پورے اتر سکتے ہیں میرے نزدیک مولانا گوبی (فوار اللہ مرقدہ) کا شمار انہیں حضرات میں تھا۔ ان میں علم بھی تھا اور عمل بھی خدمتِ اسلام کی سچی تڑپ کے ساتھ تبلیغِ دین کا سلیقہ بھی بدرجہ اتم رکھتے تھے۔ ان کو قدرت نے اخلاص کی دولت بھی دی تھی۔ اور ایثار و قربانی کی نعمت بھی۔ وہ اگر ایک شعلہ بیان اور پرورش مقرر تھے تو ایک کامیاب مناظر بھی تھے۔ اگر انہوں نے کفر کی تحریک کے لئے قابلِ رشک کام کر کے دکھایا تو اسلام کی تعمیر کے لئے دینی مدرسے قائم کئے۔ نوجوانوں کی رضا کار جماعتیں بنی ماہوار سالہ شمس الاسلام ہجادی کیا۔ ایک بہت بڑا مذہبی و تہذیبی کتب خانہ قائم کیا۔ مبلغین کی ایک جماعت کو ملک میں دورہ کرنے کے لئے متعین کئے رکھا۔ ان کا ہر قدم صرف دین کے لئے اٹھتا تھا۔ وہ اگر تحریکِ خلافت میں شامل ہوئے۔ اور قید و بند کی صعوبتیں مردانہ وار برداشت کیں تو اس سے دین ہی کا اعلاء مقصود تھا۔ مجلس اصرارِ اسلام کے ساتھ تعاون کیا تو اسی بنا پر کہ اس پلیٹ فارم سے مرزائیت و خاکساریت ایسے عظیم فتنوں کے خلاف مہمیں حق بلند کی جا سکتی ہے اور انتقال سے کچھ ہی مدت قبل سلم لیگ میں شامل ہوئے تو یہ بھی اس لئے اور صرف اس لئے تھا کہ کم از کم اپنے علاقہ میں کمیونسٹوں اور بدواعتقوں کو جو مسلم لیگ کی آٹھ میں مسلمانوں کے اندر اپنے زہریلے جراثیم

پھیلا ہے میں ہر سرائت دار نہ آنے دیا جائے۔  
 جس کے قلب میں ایمان نہ اسخ ہو۔ صرف دین اس کا  
 منتہائے مقصود ہو۔ وہ کانگریس کے پلیٹ فارم  
 پر کھڑا ہوا یا لیگ کے سیٹج پر۔ بہر کیف وہ دین ہی کی  
 بات کہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا مرحوم لیگ میں  
 شامل ہوئے تو بہت سے دوستوں کو اس پر نہایت  
 تعجب اور افسوس ہوا لیکن میں مطمئن تھا کہ مولانا ظہور  
 جیسے مجاہد کا لیگ میں شامل ہونا دینی نقطہ نظر سے  
 بہر حال مفید ہی ہو گا۔ میرے اس خیال کی تائید اس  
 ریزولوشن سے ہوتی ہے جو مولانا نے اپنے انتقال سے  
 چند روز پہلے مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیسرہ  
 کے سالانہ اجلاس عام میں منظور کرایا۔ یہ ریزولوشن  
 سالہ ہذا کے کسی دوسرے مقام پر درج کیا جا رہا  
 ہے۔ اس کے الفاظ کو غور سے پڑھئے تو معلوم ہو گا  
 کہ ظہور احمد خود نہیں بدلتا تھا بلکہ غلط کاروں کی غلط  
 ذہنیت کو تبدیل کرانے کی مختلف عنوانوں سے کوشش  
 کرتا تھا (رحمہ اللہ تعالیٰ)

مولانا ظہور احمد صرف ایک مولوی ہی نہ  
 تھے بلکہ آپ نے ایف۔ اے تک انگریزی تعلیم بھی  
 حاصل کی تھی۔ انگریزی دان نوجوانوں کی نبض پہچانتے  
 تھے۔ ان کو دین کی باتیں سمجھانے کا خاص ملکہ رکھتے تھے  
 تقریر ایسی سمجھی ہوئی اور مدلل کرتے تھے کہ ہندوستان  
 کے چوٹی کے مقررین بھی داد دیئے بغیر نہ رہتے تھے۔  
 آج سے چند سال قبل احمدیہ کانفرنس منعقدہ پشاور  
 میں جب مولانا مرحوم نے خاک و تحریک کے متعلق  
 ایک شاندار اور اثر میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی  
 جس کے سننے والوں میں راقم و محزون بھی شامل تھا  
 تو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا  
 حبیب الرحمن لدھیانوی اور دوسرے شعلہ بیان

مقررین مولانا کے ہر فقرہ پر جھوم جھوم کر داد  
 دیتے تھے۔

اس قدر اوصاف کے ساتھ آپ  
 میں تواضع اور انکسار حد درجہ تھا۔ دین کے فادموں  
 کی خاص قدر کرتے تھے۔ علماء کے وقار کی بحالی  
 کے لئے یئیں رہتے تھے مختلف مسلک رکھنے والے  
 علماء سے برابر ملتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ  
 جزوی اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر  
 نہ ہو باہمی منافرت نہ ہو۔ اور وہ فروغی اختلافات  
 سے بالاتر رہ کر رفض امر و ایت ایملر لویت،  
 اور اشتراکیت وغیرہ فتنوں کے استیصال کے لئے  
 متحدہ محاذ قائم کریں۔

میں مولانا مرحوم کی خوبیوں کو اس مختصر تحریر  
 میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ جیسے جامع  
 حکمران مبلغ اسلام کی زندگی کے مختلف گوشوں  
 کو بے نقاب کرنے کے لئے مستقل تصنیف درکار  
 ہے۔ مجلس مرکزیہ حزب الانصار کو چاہئے کہ وہ مولانا  
 کے سوانح حیات کو کتابی شکل میں ملک کے سامنے  
 پیش کر کے ان کے کارناموں سے قوم کو روشناس  
 کرائے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ مولانا کی یادگاروں  
 (مجلس حزب الانصار و سالہ شمس الاسلام) کی  
 بیش از بیش امداد و اعانت کی طرف توجہ فرما کر  
 ثوابِ داہین حاصل کریں۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو  
 اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کے درجات  
 و مراتب کو بلند کرے۔ اور قوم کو ان کا نعم البدل  
 عطا فرمائے۔ ع

ایس دعا از من و از جملہ جہاں آمین یاد

آہ !

# حامی ملت بیضاء مجاہد حلیل مولانا ظہور احمد صاحب بگوی نور اللہ مرقدہ

وما کان قیس ہلکۃ ہلک واحد و لکنہ بنیان قوم تھہد ما

(از جناب مولانا سید سراج الدین صاحب کاکا خیل دکن ادارہ شمس الاسلام)

نیلی ست نریں معاملہ پیرا ہن عرب  
گیتی چراسیہ نہ گرد و زرد غم  
ہندایں چنین مصیبت عظمیٰ ز دیدہ است  
از داغ دل زدند چراغاں اشک جوش  
ماہی در آب می طپد و مرغ در ہوا  
ہندازہ وفات او تن بے روح گشتہ است  
دزد خون گر بہ سرخ شدہ است آستین ہند  
خاموش شد چراغ نشا آفرین ہند  
دیدیم داستان شہور و سنین ہند  
این است نو بہار گل آتشین ہند  
از شیون عظیم امیر ہمسین ہند  
یعنی کہ بود او نفس داپسین ہند  
(سید عبدالحلیل بگرای)

حضرت امیر حزب انانصار مولانا ظہور احمد صاحب  
بگوی قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات ایسی تھی کہ سرزمین  
پنجاب بلکہ ہندوستان بھر کے مسلمانوں کے سامنے وہ آفتاب  
نصفت الہیہ کی طرح روشن اور اپنی فوج افشانی سے تمام  
ملک کو منور و تابان کر رہی تھی۔ ہندوستان کے طول و  
عرض میں چند گنے چنے لوگ ایسے ملتے ہیں جو پورے  
اخلاص و لگنیت کے ساتھ لوجہ اللہ اپنی تمام زندگی،  
خدمت دین مبین کے لئے وقف کرنے والے ہیں۔ مولانا  
مروم اُن پاک طینت لوگوں میں سے تھے۔ جو اپنا آرام اپنی  
راحت، جاہ و جلال، مال و دولت سب کچھ دین عقیف  
کی سربلندی اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے قربان کر کے سر  
میدان میں نکلتے ہیں۔ اور اپنی عمر کی ساری گھڑیاں حق و  
صداقت کی حمایت اور مذہب و ملت کی پاسبانی میں صرف  
کر کے آخری دم تک اسی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔  
اور اپنی جان بھی جان آفرین کو سپرد کرتے ہیں تو یا میدان  
جہاد میں، یا فی سبیل اللہ حالت سفر میں،

قلم ہاتھ میں لے کر کچھ لکھتے بیٹھ گیا ہوں مگر ہاتھ  
میں جتیش کی طاقت نہیں۔ قلق و اضطراب اور شدت کرب و غم  
سے دل تھرا رہا ہے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں  
جاری ہیں۔ سینے میں ایک دیرپائے خون موجزن ہے دل  
کو تسلی دے دے کر تھامنا چاہتا ہوں۔ مگر حالت بدلتی  
نہیں۔ آنسوؤں پونچھ رہا ہوں۔ مگر جس قدر پونچھتا ہوں  
اس سے بڑھ کر چشموں کی طرح آنکھوں سے پانی اُبل  
اُبل کر بہنے لگتا ہے۔

آنچہ من گم کردہ ام گراہ سلیمان گم شدہ  
ہم سلیمان ہم پری ہم اہر من بگرہ  
ایسی حالت میں بہ زور ہاتھ کو حرکت دے ہاؤں۔ بہر قلم کو  
چلا رہا ہوں۔ اس لئے جو کچھ لکھنا چاہیے تھا وہ نہ لکھ سکتا  
ہوں۔ اور نہ لکھا جا رہا ہے۔ اور حقیقت میں قارئین کرام  
کے سامنے اس فائدہ غم سنانے کی ضرورت بھی نہیں۔  
ضرورت مجھ کو کیا ہے غم کا افانہ سنانے کی  
اشک آنکھوں سے بہتے ہیں سراپا داستان جو کہ

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مولانا مرحوم نے باطل قوتوں کے مقابلہ میں حمایت حق کے جذبہ سے سرشار ہو کر جس بے جگراری اور جرات و ہمت سے کام لے کر جہاد شروع کر دیا تھا اس کی فطرت و جود نے سے بھی غنی مشکل ہے۔ تمام ہندوستان میں آپ نے دورہ کر کے مرزا ایت و شیعیت کے خلاف وہ کامیاب تقریریں کیں جن سے ان باطل گروہوں کے تمام مساعی اور پھیلانے ہوئے جال بے کالہ ہو گئے یوں تو تمام پنجاب کے مسلمانوں کو آپ نے پیغام حق پہنچا کر ان کے مردہ قلوب میں زندگی کی ایک لہر دوڑا دی تھی۔ لیکن خصوصاً شمال مغربی پنجاب کے مسلمانوں کو مرزا ایت و شیعیت اور دوسرے فتنوں اور گمراہیوں سے بچانے اور شرب و دوز مسلسل سفروں کی معویتیں برداشت کر کے اور ہر معرکہ میں پہنچ کر اور اپنی جاد و بیانی اور فصیح اللسانی کے آب حیات سے مردہ دیہاتیوں میں نئی زندگی پیدا کر کے ان کو بیدار رکھنے کا جو کارنامہ آپ نے کر دکھایا ہے وہ ایک ایسا بہادری ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ان علاقوں کی حالت اور مولانا مرحوم کی جدوجہد کو دیکھ کر

کہنا پڑتا ہے کہ

شورشِ غنڈیلب نے روحِ چمن میں ڈال دی

ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خوابِ ناز میں

آہ۔ ثم آہ۔ واصر تا۔ و امیبتاہ۔ رحمت الہی کا یہ منظر فضل خداوندی کا یہ سایہ مسلمانوں کے سروں سے اٹھ گیا۔ آج نہ صرف ہم بلکہ تمام مسلمان یتیم ہو گئے۔ بددہ عزیزیہ کے طلبہ یتیم ہو گئے۔ والد یتیمی کے وہ یتیم بچے جو ماں باپ کا سایہ اٹھ جانے کے باوجود ان کی سرپرستی کی سایہ افکنی کی برکت سے یتیم نہ تھے آج واقعی یتیم ہو گئے۔ دردِ دیوار پر آثارِ حزن و ملال نمایاں ہیں۔ جامع مسجد کی دیوار میں میریہ فلک گنبد اور بلند منار سے اور مدد سے کی ہر ہر اینٹ آج رور و کرہ زبانِ خلق کہتی ہے کہ آج

سب کا سر پرست جدا ہو گیا ہے

آج ہے خاموش وہ دشتِ جنوں پر و رہاں  
رقص میں لیلیٰ رہی ایسے کے دیوانے رہے

حضرت مولانا مرحوم کی معرفت اور ان کے ساتھ میری غائبانہ عقیدت و محبت اس زمانہ میں پیدا ہوئی جن دنوں میں مجھے اس جہادِ عظیم کا علم ہوا۔ جو آپ نے فتنہ خاکساریت کے استیصال کے لئے بڑی بہت و جرات کے ساتھ شروع کیا تھا۔ تقریر و تحریر عسکری تنظیم اور ہر کامیاب و موزون حربے سے کام لے کر آپ نے نہایت بہادری اور کمال جانفشانی کے ساتھ اس گمراہی کا مردانہ وار مقابلہ کیا آپ کی ان خدمات سے میرا دل متاثر تھا۔ اور اس سلسلہ میں میں نے بھی شمس الاسلام میں "مغربی تہذیب" کے خلاف کچھ مضامین شائع کرائے اور اس طرح طوفان سے غائبانہ تعداد پیدا ہوئی۔ حضرت مولانا مرحوم نے ۲۶ مئی ۱۹۴۲ء کو میرے نام ایک گرامی نام بھیج کر مجھے اپنے ان حزبِ الانصار میں کام کرنے کی دعوت دی۔ آپ کے یہ الفاظ خاص طور سے قابلِ ملاحظہ ہیں:-

"میں بیس سال سے اسلامی خدمات کے لئے سرگرم

عمل ہوں۔ مگر مجھے کوئی ایسا باوقار رفیق نہیں ملا جو میرے

مقاصد میں میرا پورا رفیق کار رہے۔ مجھے مرزا ایت خاکستہ

مغربیت اور فیض کا انسداد مطلوب ہے۔ اس مقصد کیلئے

ذرائع اختیار کئے گئے ہیں۔ کوئی مددیں ایسا نہیں جو میرے

اس مقصد کو مدد نظر رکھتے ہوئے طلبہ کو تیار کرے۔ کوئی

مبلغ ایسا نہیں ملا جو میرے مقصد کو سمجھ کر اسی کے لئے

سرگرم عمل رہے میں اس میدان میں تنہا ہوں۔ اگر آپ کو

میرے اس مقصد سے مدد دی ہے۔ اور آپ کے سینہ

میں اسلام کی تڑپ موجود ہے اور دیوانہ وار

کام کرنا چاہتے ہیں تو بغیر کسی شرط کے حزبِ الانصار

میں تشریف لائیں۔ آپ تقریر و تحریر و تدوین و تعلیم

نے ذریعہ قائم ہوتے۔ فصائل صحابہ اور خالصت و معصیت  
اور بغاوت کے رد میں مصروف رہیں گے۔ جو خدمت بھی  
آپ کے سپرد کی جائے اسی کو آپ دلی ذوق و شوق  
سے پورا کریں گے۔ اگر آپ کو میری یہ گزارش منظور ہو تو  
کسی قسم کی تاخیر نہ فرمائیں۔ مدد سہمہ موجود ہے۔ کتب خانہ  
ہے تبلیغی شعبہ ہے۔ جریدہ ہے۔ نظام جماعت ہے سب  
یکچہ ہے۔ اس کو اپنا سمجھ کر مناسب طریقہ سے چلائیں  
مجھے فقط اپنا خادم و رفیق کا سمجھیں مجھے نام و نمود و شہرت  
سے غرض نہیں میں ہر خادم اسلام کا ادنیٰ غلام ہوں  
۱۱-۱۲۔ جون کو کالہ باغ میں انصار کا نفرین ہوگی اگر  
وہاں تشریف لاسکیں تو ملاقات کے علاوہ نہ بانی  
تہاد خیالات بھی ہو سکے گا۔

اس وقت سے لے کر اب تک میں حزب الانصار میں کام کر رہا ہوں۔ اور مجھے یہاں رہ کر آپ کے عزائم مفاد و جدوجہد اور حالات کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ جیسا آپ نے اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا تھا حقیقتہً آپ کی تمام جدوجہد تقویٰ و تحریر، نشست و برخاست صرف اس غرض کے لئے تھی کہ اسلام کی صحیح خدمت ہو۔ اور مرزا ایت شیعیت، لاندہ بیست کے حملوں کی ممانعت ہو۔ ہر اس شخص سے آپ کی جنگ ہوتی تھی جس کے متعلق آپ محسوس کرتے کہ اس کی کسی حرکت سے مرزائی یا شیعہ یا اس طرح کے کسی اور باطل فرقہ کو تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ اور ہر اس شخص کو گلے لگاتے جس کے متعلق یقین ہو جاتا کہ اس سے کسی درجہ یا بھی باطل گروہوں کے استیصال کی خدمت لی جاسکتی ہے۔ زندگی میں ایک صاحب آپ کو بطور طنز کے ”مذہبی مجنون“ کہا کرتے تھے۔ اور حقیقت میں یہ لفظ آپ پر نہایت چسپان تھا۔ ہندوستان بھر میں کہیں کوئی اس قسم کا واقعہ ہو جاتا۔ جس سے مذہب کی توہین کا کچھ پہلو نکلتا۔ کسی اخبار میں کسی رسالہ میں کسی پمفلٹ میں کسی کتاب میں کوئی ایسا مضمون، یا جملہ نظر پڑتا جس سے مذہب کی مخالفت کی کچھ بو آتی۔ صحابہ کرام، ائمہ عظام، سلف و صالحین یا کسی اسلامی روایت پر اس کی کچھ زد و بیز آتی۔

تو آپ تڑپ اٹھتے آپ سے باہر ہو جاتے اور مجھے فوراً بلا کر فرماتے کہ ہم تو اپنا فریضہ ادا کریں اس کے متعلق شمس الاسلام میں کوئی شذرہ ضرور لکھ دینا۔

اس سلسلہ میں آپ اس قدر ذکی النفس واقع ہوئے تھے کہ بارہا ایسی عبارتیں دیکھیں جن کو عام مطالعہ کرنے والے اگر دیکھتے تو سرسری نظر ڈال کر ٹلے ہی جاتے۔ اور اس خبر کو محسوس نہ کر سکتے جو لکھنے والا کسی اویبانہ عبادت کے پردہ میں داخل کر چکا تھا۔ لیکن آپ نظر ڈالتے ہی معلوم کر کے بتا دیتے کہ اس مٹھائی میں اس قدر ہلک نہ ہرہرا ہوا ہے۔ اور بعض موقعوں پر تو واقعی مجھ کو آپ کی بے نظیر ذہانت و ذکاوت کی داد دینی پڑتی۔

علماء کرام امدادہ لگا سکتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں تلاش کر کے کسی جزئی واقعہ کا کمال کس قدر مشکل کام ہے اور جب کتب قنادی کی مامریت و مزاولت نہ ہو تو پھر تو بڑی وقت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن مولانا مرحوم کا میں ایک خصوصی کمال سمجھتا ہوں کہ باوجودیکہ فقہ کی کتابوں کے ساتھ نہ زیادہ مزاولت نہ تھی۔

افتا کا کام اکثر دوسروں کے متعلق رہا لیکن جب کبھی ضرورت پڑتی۔ اور کوئی مسئلہ خود کمال چاہتے تو شامی، عالمگیری قاضی خاں جیسی ضخیم کتابوں میں سے نادر الوقوع جزئی صوبہ میں چند منٹوں میں نکال دیتے۔ اور اس طرح اگر کسی خاص مسئلہ کے متعلق کسی مصنف کی کوئی خاص تحقیق کافی بسط و تفصیل کے ساتھ چند اوراق میں پھیلی ہوئی ہوتی تو آپ ایک نظر ڈال کر ساری عبارت کو دیکھ لیتے اور پھر اپنی فصیح و بلیغ عبارت میں بہترین طریقہ سے اس کا خلاصہ اور نتیجہ کمال کر پیش کر دیتے۔

آپ میں ایک عجیب بات اور دیکھی جو اس سہولت پسند زمانہ میں بہت کم دیکھی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ آپ کی مجلس اکثر علمی ہوتی تھی اثنا گفتگو میں کوئی ایسا مسئلہ سامنے آ جاتا

جس کے مالک و مالک پر آپ کو یا دوسرے حضرات کو پورا احاطہ نہ ہوتا تو فرماتے کہ چلو کتب خانہ جا کر اس کی پوری تحقیق کریں۔ کتا بن لکھی ہی اس غرض کے لئے ہیں۔ اس کے بعد خود بھی مطالعہ شروع کرتے۔ دوسروں سے بھی کراتے حتیٰ کہ اس مسئلہ کے متعلق کتابوں سے مختلف اقوال اور علما کے اقوال معلوم کر کے اس کے بعد ایک نتیجہ قائم کرتے۔ اور پھر جب کبھی اس مسئلہ پر دوبارہ گفتگو ہوتی۔ تو آپ ان تمام اقوال کی روشنی میں ایک ایسی مستحاضہ اور محسوس تقریر فرماتے کہ سننے والے دنگ رہ جاتے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ ذہانت کے ساتھ حافظہ اور حافظہ کے ساتھ قوت بیان نصیب ہوئی۔

ان تمام کمالات سے بڑھ کر کمال آپ کی یہ خدمت دین متین اور جہاد عظیم ہے کہ آپ نے اپنا آرام، اپنی راحت ترک کر کے اور ہر قسم کی تکلیفوں، مخالفتوں، عداوتوں کی پردہ کر کے دشمنان اسلام کے مقابلہ میں بہترین مودہ بندی کی۔ مرزا ایوں کا مقابلہ کیا تو اس بہادری اور جانفشانی کے ساتھ کہ تمام ہندوستان میں ان کا تعاقب کیا اور ہر ماہک ان کے تبلیغی دند کا پیچھا کر کے ان کو ہر جگہ ناکام بنا دیا۔ اور آپ کے رعب و ہیبت ہی سے ان قریبی علاقوں میں کسی مرزا کی تبلیغ کو کٹے بندوں دامن نزویہ پھیلانے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ پھر حکیم نور الدین کا مسکن مولد کے لحاظ سے قادیان ثانی ہے۔ لیکن یہاں کے مرزا ان بھی سہمے جاتے تھے اور ان کو ناامیدی تھی کہ اس مرد میدان کے سامنے ہمارے ہر کوشش بے کار ہے۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ پنجاب کے دیہات رفس کے شکار ہو رہے ہیں لیکن اس علاقہ میں مولانا مودہ کی تبلیغی سرگرمیوں کے طفیل رفس و تشیع کو وہ فرغ حاصل نہ ہو سکا جو دوسرے علاقوں میں حاصل ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی آن تھک کوششوں سے دیہاتی مسلمانوں کو بھی

اس قدر بیدار اور ان مسائل میں سمجھ دار کر دیا ہے۔ کہ ان میں سے بعض ناخواندہ بھی ان اختلافی مسائل میں آدھے مولوی بن گئے ہیں۔ آد۔ مجھے ڈھل کے مناظرہ کا واقعہ یاد آیا کسی اور مولوی صاحب نے وہاں تقریر کر کے پھر شیعوں کے ساتھ مناظرہ کی تاریخ مقرر کر دی تھی۔ آپ کو پہلے کچھ پتہ نہیں تھا۔ جب معلوم ہوا۔ تو بس بے چین ہو گئے۔ کہ ان بے وقوفوں نے کیا کیا پتہ نہیں کہ وہ مولوی صاحب مناظرہ کر بھی سکتا ہے یا نہیں۔ خدا خواستہ اگر میدان میں کچھ کمزوری دکھائی تو وہ تو اپنے وطن چلا جائے گا۔ آگ پھر مجھ کو بجھانی ہوگی۔ جب انہوں نے مجھ کو بلایا نہیں تو ان خود کس طرح جاؤں۔۔۔۔۔ جن کو آپ کے درد دل کا احساس نہ تھا وہ کہہ سکتے تھے کہ تجھے کیوں پریشانی ہے؟

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر  
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

سامی دنیا کا ٹھیکہ تو آپ نے نہیں لیا۔ وہ جانتے ان کا مناظرہ جانے۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔۔۔ معاملہ ان کا تو نہیں تھا معاملہ تھا مذہب کا۔ اس لئے "مذہبی مجنون" تڑپ رہا تھا کہ کسی صورت ہوگی۔ کہ مذہب کے جھنڈے کو سر بلند کیا جائے آخر فرمایا کہ ہم کو حق کی حمایت کرنی ہے انہوں نے حماقت کر کے ہم کو اطلاع نہ دی ہم خود جا کر شیعوں کی سرکوبی کریں گے۔ یہ فیصلہ کر کے تیار ہی شروع کی۔ کتابوں سے تین کبس بھر دیئے۔ اور دفعتاً سفر ساتھ لے کر روانہ ہو گئے آپ کے پیچھے ہی شیعوں پر بجلی گری۔ فٹوڑی دیر پہلے وہ خوشی منانے لگے کہ "خیر مولوی ظہور احمد" کو اس کی خبر نہیں ہم اپنی چابازوں سے لوگوں کو مسخر کر سکیں گے لیکن مولانا ظہور احمد نہ نہ باد کی صدا کاؤں میں گونج اٹھی۔ تو پھر مناظرہ کوٹالنے اور بہانہ سازوں سے بھاگنے کی تدبیریں لگے رہے۔ مگر اس مجاہد نے ان کو نہیں چھوڑا۔ اور میدان میں لاکر فاش شکست دی۔ اور سارے علاقہ پر اہل سنت

والجماۃ کے مذہب حق کا جھنڈا سر بلند کر دیا۔

اے اللہ اس مجاہد اعظم کی ان خدمات اور آپ کی راہ میں ان محنتوں کو قبول فرما۔ آمین۔

آپ کو مذہب سے عشق تھا۔ آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت دل میں جاگزیں تھی۔ اور آپ کی ہمیشہ سعی و کوشش یہی کہ دوسروں کو بھی اس عشق کی آگ لگا کر دیوانہ بنا دے۔ اور جس راہ پر خود کا مزن ہو کہ زندگی کو وقف کر بیٹھے ہیں دیوانوں کی ایک ایسی جماعت۔ رہ بھی بن جائے کبھی کبھی مدرس عزیز کے طالب علموں کو بلا کر ان کے سامنے اس قسم کی تقریریں فرماتے۔ اپنا درد دل ظاہر کرتے۔ اور ان کو شوق دلاتے کہ اس پر آشوب درد میں جبکہ ہر پارہ طرف سے مذہب کے دشمن مختلف سلسلے سے مسلح ہو کر دھاوا بول رہے ہیں۔ آپ غافل اور بے فکر نہ بیٹھیں بلکہ کچھ تیاری کریں پڑھنے پڑھانے کا صحیح مقصد سمجھاتے رہتے خدمت دین کے لئے کمر بستہ ہو جانے کے وعدے لیتے غرض ہر طریقہ سے سعی فرماتے کہ اس دشوار گزار سفر کے کچھ اور رفقاء بھی ساتھ تیار کر لیں۔

اسی ماہ حج کے مہینہ کے اوائل میں ایک دفعہ آپ نے طلبہ کو جمع کر کے ایک نہایت درد انگیز تقریر کی۔ فرمایا کہ مرزا ایت شیعیت۔ اشتراکیت اور دوسرے فتنے منظم طریقہ سے مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں تم بھی بیدار ہو کر اپنی حفاظت کے لئے کچھ سوچنے کی تدبیر کرو۔ ان مذاہب باطل کی تردید کے لئے اپنے کو خوب تیار رکھو اس سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے اپنی زندگی اس کام کے لئے وقف کی۔ اور میں نے ان کے مقابلہ کے لئے اپنے پاس کافی اسلحہ تیار کر رکھا ہے۔ لیکن زندگی کا کیا اعتبار پتہ نہیں کہیں کب تک اس خدمت کے لئے زندہ رہ سکتا ہوں۔ لہذا اب موقع ہے جس کو کچھ

سیکھنا ہو۔ مجھ سے ہر وقت پوچھ کر حاصل کر سکتا ہے۔ میں اس معاملہ میں کوئی بخل نہیں کرتا۔ اپنے آرام و راحت کو نہیں دیکھا۔ آپ کو اجازت ہے کہ جس وقت بھی چاہو اگر مجھ سے سیکھو۔ شکایات پیش کیا کرو۔ اور مجھ سے جوابات لیتے جاؤ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے دنیا کے کسی بہترین سے بہترین کھانے اور لذیذ طعام کے کھانے میں کسی اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے کے پہننے میں وہ لطف اور حظ حاصل نہیں ہوتا۔ جو مجھے اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ کوئی طالب حق یا طالب علم بن کر میرے سامنے آئے۔ اور مجھے حق کر کے میری بیند کو آرام کو خراب کر کے مجھ سے مسائل پوچھے۔ مذاہب باطلہ کے اعتراضات پیش کر کے جوابات حاصل کرنا چاہے۔ یہ میرے لئے روحانی غذا ہے۔ اور مجھے ہر غذا سے زیادہ مرغوب، اسی سے مجھ کو مسرت و شادمانی حاصل ہوتی ہے۔ اور کسی کے ساتھ محبت و تعلق اور جنسیت و بے تعلق کا معیار بھی میرے ہاں یہی ہے۔ الخ

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ اپنے لئے کوئی جائداد نہیں بنائی۔ مال و دولت کے ساتھ محبت نہیں رکھی جو کچھ ہاتھ آتا کھانے کے ماسوا اسی راہ میں خرچ کر تا رہا۔ دنیا سے خالی ہاتھ گئے لیکن مسلمانوں کو اپنی زندہ جاوید یادگار چھوڑ کر چلے گئے۔ دارالعلوم عزیزیہ کی بہترین درس گاہ۔ عظیم الشان کتب خانہ۔ قیمتی تصنیفات۔ شمس الاسلام کے فاضل جامع مصطفیٰ کی عظیم الشان آبادی قوم کو سپرد کر کے خود ملا اعلیٰ کی طرف کوچ کر گئے۔ عمر بھر آپ ان صدیقی و منشی و میاٹی ماتی بندہ رب العالمین پر صحیح معنوں میں کاہنہ رہے۔ اور آج ان کی روح کو یہ حق ہے کہ ملا اعلیٰ سے بکاہر علامہ اقبال مرحوم کے یہ شعر سنائے۔

نہ برستم دریں بستان مرادل      زبند ایں دآں آزدادہ رستم  
چو باد صبح گردیدم دمے چند      گلاں را آب رنگے دادہ رستم

اور آپ کے یہی کمالات و خصائص تھے۔ اور اسی اخلاص و تقیہ کا اثر ہے کہ آج تمام ملک میں ایک نام برپا ہے۔ اور ہر کسی کا دل خون کے آنسو بہا رہا ہے

فاذکرت جمیلاً من منافعہ      الا بکیت ولادۃ بلا سبب  
لا یملک الطریق الحزون منقطہ      ودمعہ دھانی قبضۃ الطرب  
اور اس لئے ملت بیضا کے اس آفتاب درمیشان کے غروب و اقول سے باطل کے اندھیروں کو محسوس کر کے اور ظلمتوں میں نازل ہونے والے مصائب کا وحشت انگیز تصور کر کے ہم بے اختیار زبان سے نکالنے لگتے ہیں۔

ولیت عین الی آب النھار بہا  
فلا عین الی غایت و لہر توہب  
اور من الھی فل والھما فل والسرہ  
فقدت بفقدک نیراً لا یطلع

ڈھانی تین سالہ کہ میں مرحوم کے جن کمالات اور خصوصیات کا گرویدہ ہو گیا ہوں۔ اور آج ان کی مفارقت کے بعد جن چیزوں کے فقدان کا منہ و غم خون کے آنسو بہا رہے۔ اگر ان کو بیان کیا جائے۔ تو شاید میرا یہ مختصر مضمون اگر کتاب نہیں تو رسالہ تو ضرور بن جائے گا۔ اور فی الحال یہ ارادہ بھی نہیں۔ اور لکھنے کی تاب بھی نہیں۔ اگر حالات نے مساعت کی کچھ فرصت مل گئی تو قصد یہ ہے کہ آپ کی ایک مکمل سوانح عمری مرتب کر کے قوم کے سامنے پیش کی جائے۔ کیونکہ آپ کی زندگی وہ زندگی ہے جو قوم کے نوجوانوں کے لئے طلبہ علم دین کے لئے علماء کرام کے لئے اور خدمت ملت و قوم کی تڑپ رکھنے والے مسلمانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ عمل بن سکتی ہے۔ اور آپ کی سوانح و حالات کی روشنی میں وہ اپنی جدوجہد اور دینی خدمت کے لئے پردہ گرام مرتب کر سکتے ہیں۔

تمام متعلقین اعزہ و احباب معتقدین و خدام کی خدمت میں اب عرض یہ ہے کہ وہ حضور قلب کے ساتھ اللہ



جس نے اپنی عمر عزیز کے تمام لمحات قوم و ملت کی خدمت اور ان کی بہبودی کئے لئے صرف کئے۔ اس کا ہم پر یہ حق ہے کہ مخلصانہ دعاؤں و ایصالِ ثواب سے اب ان کی خدمت کر کے احسانِ شفا نسی کا ثبوت دیں۔

اللہم اغفرہ و ارحمہ و نور قبرہ مہر قرۃ۔

تعالیٰ کے دربار میں دعا فرمایا کریں کہ اللہ تعالیٰ اہم سب کو صبر و استقامت اور مولانا مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کی طرح خدمتِ اسلام کے لئے تن من دھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس خادمِ اسلام ناصر دین و ملت، مجاہد کی طرح پاک کو جنت الفردوس کی دائمی خوشیاں اور جوارِ رحمت و درمضان نصیب فرمائے۔

## مرتبہ حضرت مولانا ظہور احمد بگوی امیر حزب انصار نور مرقدہ

(از حضرت مولانا محمد نذیر صاحب عرشی شامی شریف و مصنف کتب عہدہ)

قیامت آگئی گویا ظہور احمد کی رحلت سے وہ علیٰ مجلسوں میں سب کا دلخواہ و دل آرا تھا وہ دین حق کی یاری کے لئے شیر نیستان تھا جدھر رخ ہو گیا باطل پرستوں کا صفایا تھا نہ نہ ہرہ خاک رسی کا کہ لبِ تقصیر میں کھولے نہ دہری کا یہ دلی گردہ کہ کچھ حجت پہ فتور ہو کہ سو مردوں کا بل تھا اس اکیلے مرد غازی میں تنگ و دو دان کی تابنگال و مالا بارہتی تھی اسی ہفتے میں یونا جاکے دیکھو گرم محفل ہے تو اک اک لفظ روح القدس کا فیضان ہوتا تھا کہ محفل سرسبز اک پیکرِ تصویر ہوتی تھی ظرافت اور نقاہت میں گل سرسبز محفل جیسے تو بزمِ محبت اس سے روشِ گلزار ہوتی تھی ہمیشہ کھیلتی رہتی لبوں پر مسکراہٹ تھی تو راہِ دین میں مرنا بھی اک موتِ شہادت ہے خدا کی رحمتوں کے پھول برس ان کی تربیت پر ہے سارا خطہ پنجاب ممنون ہے جس کے فیضان کا قریبا سب کے سب اس آستان کے خانہ زاد ہے کبھی صدیوں سے اس میں دیں اور افاق کی منہ ہے وہی میخانہ ہے ساعر ہے اور موجود ساقی ہے میرے استاد کے فرزند ہیں وہ افتخار احمد گل بہ عنایت بگوی خاں نوازہ کے گلستاں میں

ہو اراک نہ لزلہ بر پا ظہور احمد کی رحلت سے وہ بگوی خاندان کے برج کا روشن ستارہ تھا وہ باطلِ قلندری توڑنے میں پورہ دستاں تھا یہ وہ غازی تھا جس پر نصرتِ یزدان کا سایہ تھا نہ بہت قادیانی کی کہ اس کے سامنے بولے نہ کچھ جرأت تھی شیعی ہیں کہ وہ ان سے مناظر ہو بڑے شاطر تھے وہ تبلیغِ دین حق کی باندی میں ہمیشہ دشمنانِ دین پر یہ یلغار رہتی تھی ابھی پنجاب بھر میں ان کی تقریریں دل کی پھیل سے وہ سرگرم بیاں جب ثنائی سبحان ہوتا تھا تعالیٰ اللہ وہ کیفیت دمِ تقریر ہوتی تھی بڑے خوش خلق تھے اور خندہ پیشانی سے خوشدل تھے نہ بال جب دوستوں میں مائل گفتار ہوتی تھی تصنیع تھا طبیعت میں نہ توقیری بناوٹ تھی مبلغ نے جو تبلیغی سفر میں پائی رحلت ہے فدا ہو نہ لیست صد سال اس موتِ شہادت پر یہ بگوی خاندان وہ خاندان ہے علم و عرفان کا انگ سے لے کے تاسلیج جو علیٰ نوازہ سے ہیں وہ بھیرہ کی عظیم الشان تارہی جو مسجد ہے وہی مدت سے علیٰ فیض جاری اور باقی ہے مشرف جن کے دم سے اب ہوئی یہ برترین مسند چچا کے جانشین والد کے وارث علم و عرفان میں

خدا فرمائے ان کی یادری تبلیغِ دینی میں رکھے نقش قدم پر پیشرو کے جانشینی میں

# مرثیہ تاریخی

(از جناب مولانا حکیم مولوی عبدالمول صاحب بھڑوی)

دریغاً مہرق نور تابان	عماد علم و دین ممتاز دہراں	نمودہ صرف عمر خود گیرامی	پہ نصر و خدمت اسلام دایاں
منیب اللہ ظہور احمد معظم	نہ بگوی خاندان ذی عزت شان	پہ تقریرات و تحریرات و حلیم	نمودہ نشر علم دین و قرآن
نصیر و انجی و شرع و ملت	بذاتش علم و فضل و مجدنازاں	بروح او رسد رحمت فراوان	کنذ حق مرقد او باغ و خواں
حیات طیبش چون منقش شد	بیاد علم فوت او نہ پڑاں	برمع انشانی اندر بازہ بود	بدوشنبہ رسیدایں نیز فرماں
بمجلس عظمیٰ شہر جنیوٹ	شدہ ناسار طبعش غنی خندہاں	شنیدہ عبد چون این خبر خوش	شدہ قلبش ز تار حزن بریاں
رفیقان عالم و طغش چو کر دند	ریشش در سفر موت شہیدان	بی تاریخ فوتش فکرت نہ بود	دلش گفتا مناسب مصرع آساں
ز موش کوه غم بر خلق افتاد	ہمہ اہل خرد بادیدہ گریاں	ظہور حق و دین احمدی بود	شمار و شمرد ہر کہ باشد سال جویاں
مہات عالم آمد موت عالم	زمین و آسمان گریاں نالاں	دیگر قطعہ مختصراً	
اجوم خلق بیحد بر جنازہ	بدیدہ زائران گشتند حیراں	ظہور احمد رفیع الشان فاضل	چو رحلت کردیزل دنیا پر آفات
ہزارہا فوس کامل مرد کیتا	ز مشتاقاں شد اندر لحد نہاں	بعد از ہر تار بخش خرد گفت	بگو دایم بود خرم بجنات

## سوزِ غم

بہ وفات حسرت آیات حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی حیرت انگیز

(از خواجہ غلام حبیبانی صاحب با صریح بھڑوی)

ماہ تابان شریعت ماہبر راہ ہدای	مبغ علم و کمال و صاحب صدق و صفا
حامی دین متین و داعی شیریں مقال	جذب تبلیغ حق تھا ان کے دل میں بے مثال
وہ ظہور احمد سرمایہ سد افتخار	گلشنِ ملت میں قائم جن کے دم سے تھی بہار
خدمت اسلام میں کی صرف ساری زندگی	ان کی ہستی دین کے ناموس پر قربان تھی
جلوہ گرفتیں مہر سب خوبیاں اسلاف کی	زندگی ان کی تھی حامل بہترین اوصاف کی
دارغِ ذقت دے گئے ہیں ہم کو یہ واسر تا	آتش دردِ عالم سے سینہ بریاں ہو گیا
یاد ان کی خونِ رلائے گی ہیں بیل و نہاں	شدتِ اندوہ غم سے دل رہے گا بے قرار
از برائے سرورِ عالم حبیب کبریا	ہا حیاتیں ہوں جنت الفردوس کی ان کو عطا

باصرتِ ضرر کی یاد ہے یہی اب التجا

افتخارِ دین احمد سے رہے رونقِ بیا

عہ مولانا افتخار احمد صاحب بگوی ہاشین مولانا مرحوم

# درِ دل

(از مولوی فضل کریم صاحب گوندل بھیروی)

رفتہ شب در جامہ با اضطراب  
ظلمت شب بود بس سایہ فگن  
اندر در دیوار سے آمد ندا  
ذاری مہر بگو شمع اند بعید  
بر سرم حالہ کے باشد جلوہ گر  
چوں رسیدم نزد آں محراب زود  
ذیر لب میگفت سخن درد خیز  
اندرون ہر سہ گنبد ایں صدا  
حافظ و علماؤ ہم طلب دیں  
تا بہ بینم روئے آں عالی جناب  
ہر یکے شد محو در رنج و محن  
حسرتا و احسرتا و احسرتا  
اُسٹن خانہ آسا در رسید  
تا حسرتا ماند درون داغ جگر  
بود او ہم چشم آلود اند جود  
از کنارم دلبرا کردی گریز  
برے آید دیت یا ولیت  
ہر یکے شد محو نالہ نقل زمین

شمع و پروانہ

گفت پروانہ شمع اے یار غماہ  
گفت آں نور ظہور احمدی  
چوں امیر بے مفقود شد  
ساعز و پیماہ چوں برہم شکست  
گفت پروانہ بیا گیریم مذاہ  
شمع بگر نقش رواں اندر کتہ  
در زمان آں شمع دآں پروانہ ہم

بلبل و گل

چوں شنید ایں قصہ حسرت تاب  
پیش گل بنشت بار بج و محن  
گفت گل اے عاشق من مہر جو  
گفت وائے باغبان مہرباں  
گشت عالم در نظر تار یک و تنگ  
یک طرف صیاد دام و دام  
تا گیرد طائر نغمہ سرا  
جانب دیگر بے لکھیں بہ بین  
بلبلے برخواست با صد اضطراب  
غفلہ انداخت در محن چمن  
برسرت آمد چہ آفت باز گو  
کہ داند مارخ نہاں در خاکداں  
بر حیات ایں چنین مدعا و تنگ  
منتظر شد گردش ایام را  
وہ نفس محبوس سازد بے نوا  
اند برائے غنچہ و گل در کہیں

تا بچید غنیمت د گل اند چمن پس نماید اند و جز خار بن  
چوں شنید آن شاه گل را اند کهن پاره پاره کرد بر تن پیرهن  
گفت اے حافظ بہ من ہر اند شو قصہ درد دالم بار اند گو

### تایخ وصال

در دوشنبہ کرد آہنگ سفر در بیع انانی فی اول عشر  
علائم وحش ز قفس عنصری سوئے بالا رفت اند لا نری  
دو نفر عام شہادت نوش کرد ہر ماں را بخود و مدوش کرد  
گفت ہائے وصالش بیگماں رفت آن محفوظ الہ جان الاماں  
یاد سپاندگان و فویش را نیز علما و دیگر در ویش را  
بخش خود اند ہر صبر جمیل تا کنند حاصل ز تواجیر جلیل

سایہ رحمت فگن بر آفتاب بست مارا موجب صد افتخار  
عالم و حاجی و عابد با صفا صوفی و صافی و دانی یا وفا  
حضرت استادیم اند بیگماں ناخداے کشتی ایں خاندان  
خانمان بگوئے دایا الہ آباد دار  
میرزا محمد علی صاحب  
(فضل کریم گوندل از بھیرہ)

## جذبات غم

ایں پہ طوفانیت خونیں در جہاں انگشت  
اند چہ ذرات جہاں آتش بدماں تر بر  
حسرتاں آفتاب دین سلطان مسل  
حضرت علامہ دوہان نصیح خوش بیاں  
آن ظہور احمد دشن گہر فرخ تبار  
یاندہ ماہ مدیج الشانی و دودہ دوم  
بست دشن اند ماو ما پرخ نودہ صد جمیل و پنج

سو ز آہ آتشیں در آسماں انگشت  
ظلمت رنج و بلائے جاستاں انگشت  
دخت ہستی ندیں جہان پر نہیاں انگشت  
در یم عرفاں چہ موج بیگماں انگشت  
خاطر عاطر بہ گلزار جہاں انگشت  
درد و دسودہ دشوہ و غم سرد فغاں انگشت  
کیں نیم خستہ آو نون نشان انگشت

محمد بیرنیم صحرانی  
(اند بھیرہ ضلع شاہ پور)

لے در دو سوہ دشوہ و غم کاسر  
دیں شخ ہے

## اظہار تشکر

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز چنیوٹ میں بہا ہوتے۔ تو وہاں پر آپ کی تیار داری آپ کے  
میزبان میاں دوست محمد صاحب مجلس احرار اسلام کے اہل کین، مولانا تیرمید، صاحب اور دوست مولانا  
نے نہایت ہمدہ دی اور کوشش کے ساتھ کی۔ اور نہایت اخلاص کے ساتھ آپ کے معاملوں میں سرگرم رہے۔ سول ہسپتال کے انجمن ڈاکٹر  
ایس ایس و فوج نے بھی پوری ہمدہ دی کہ ساتھ تشخیص اور علاج کی سعی کی۔ اور خاص کر محو فیض احمد صاحب نے ہمدہ  
اخلاص و شرافت کا ثبوت دیا۔ آپ کی بیماری کی اطلاع ملتے ہی وہ ہسپتال آئے جمیع تشخیص کی کوشش کیے بعد قیسی سے قیمتی انجمن شہال  
کئے اور ہر ممکن طریقہ سے کام لے کر علاج میں مصروف ہوئے۔ ہم صمیم قلب کے ساتھ ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے  
اس محبوب شاہکی جان بچانے کے لیے کسی انسانی تدبیر میں کوتاہی نہیں کی میں ان تمام حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بینات تعزیت کے  
ذریعہ میری ہمت بندھائی۔ اللہ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔  
(افتخار احمد بگوی)

# حضرت امیر حزب الانصار رحمہ اللہ کا ہندوستان گیرا تم

## ایصالِ ثواب کی مجالس کا انعقاد تعزیتی قرار دادیں اور پیغامات

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بکوی امیر حزب الانصار رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال پر ملال پر ہندوستان کے تقریباً ہر گوشہ سے تعزیتی پیغامات آ رہے ہیں جلسوں میں ماتمی میز دلیوشن منظور کئے جا رہے ہیں اور آپ کی روح مبارک کو ثواب پہنچانے کے لئے جا بجا قرآن خوانی کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں۔

حسب ذیل حضرات نے تارہ کے ذریعہ حضرت مولانا رحمہ کے انتقال پر اپنے دلی غم و اندوہ اور سچا مذاکمان سے ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ (۱) جناب حضرت خواجہ غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین تولد شریف (۲) حضرت مولانا عبدالشکور صاحب مدیر انجمن لکھنؤ (۳) انجمن تنظیم الاسلام کلمہ سیداں ضلع راولپنڈی (۴) سیٹھ محمد حسین توفیق صاحب ممبئی (۵) عامر اہل اسلام منڈی چشتیاں ریاست بہاول پور معرفت علامہ عبدالرحمن صاحب جامعہ (۶) محترم گل فراز خاں صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول کلمہ سیداں۔

(غلام حسین منجھر)

حسب ذیل پیغامات خطوط کے ذریعہ موصول ہوئے۔

کیا جائے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔  
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جوان کو عشق تھا  
آخر اُس نے ان کو اسیر مدد صحابہ بھی بنا دیا اور لاہور کے  
جیل میں رکھ کر ایک ایسا لقب اُن کو دیا جو مسلمان کے  
لئے طرہ امتیاز ہے۔ خدا کرے کہ وہ میدان محشر میں اسیر  
مدد صحابہ کہہ کر پکارے جائیں۔

اس دو سال میں مئی دوستوں کا داغ مفارقت نصیب  
ہوا۔ اللہ تعالیٰ عبرت اور جزائے صبر سے محروم نہ فرمائے۔

امروز گمراہ فتنہ عزیزانِ خبر سے نیست

فرد است و دریں بزمِ زما ہم اثر سے  
حضرت خواجہ غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ  
محمودیہ تولد شریف ایک طویل تعزیت نامہ میں تحریر  
فرماتے ہیں: تارہ کے ذریعہ وہ منحوس خبر پہنچی جس نے دل  
دھجکا کر دیا بیڑی پریشانی ہوئی۔ اس معزز ہریان  
کا تذکرہ اس وقت سے پیشتر اپنے علم دوست اصحاب  
سے ہو رہا تھا یہاں تک تجویز مکمل کر لی تھی کہ علاقہ ملتان میں

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مدد سید امینہ  
دہلی سے تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا ظہور احمد صاحب کے  
انتقال پر ملال کی اندوہناک خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ اللہ  
تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت  
فرمائے۔ اور ان سچا مذاکمان کو صبر جمیل کی توفیق اور اجر  
جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔ میں ان کے لئے دعائے  
معفرت کرتا ہوں۔ اور مدد کے طلباء و مددین سے بھی  
ایصالِ ثواب اور دعاؤں فرمتا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی دارالمصلحین لکھنؤ  
سے تحریر فرماتے ہیں۔ کل شام کو اخبار زمیندار سے مولانا  
ظہور احمد صاحب مرحوم کا واقعہ ناگزیر معلوم کر کے  
جو صدمہ ہوا وہ نہ ختمی است کہہ رہے ہں۔ "کا مصداق ہے  
اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں اپنی بے شمار رحمتوں  
سے سرفراز فرمائے۔ اخبار مذکور کو پڑھتے ہی اُن کے  
لئے دعائے معفرت کی گئی۔ اور آج جمعہ کے دن بعد  
نماز جمعہ انشاء اللہ ایک جماعت کے ساتھ ایصالِ ثواب

شہیدیت کی گمراہی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ حضرت مولانا  
 ہی اس ضلالت کے استیصال کے ہر طور اہل ہیں۔ ان کے ذریعہ سے اس  
 علاقہ سے اس گمراہی کے دور کرنے کا جہاد کیا جائے۔ کیا  
 علم تھا کہ مسلمانوں کی بدقسمتی اپنا رنگ لہا ہی ہے حضرت  
 مولانا مرحوم و مقبولہ کا علم و عمل۔ استقلال۔ حق گوئی۔ بد  
 مذہبوں کی تردید میں ان کی ہمہ دانی بے مثل تھی۔ ضلالت  
 و گمراہی کے اس عوم و شیعور کے دور میں پنجاب بھر کے لئے اس  
 بے نظیر مہستی کا اٹھ جانا ایک بڑی بدقسمتی ہے۔ جتنا افسوس و ماتم  
 کیا جائے کم ہے۔ اس حادثہ جانکاہ میں آپ سے دلی ہمدردی  
 کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس مرحوم کو جنت الفردوس  
 میں جگہ دے اور آپ سب حضرات کو اور ہم کو صبر جمیل کی  
 توفیق عطا فرمائے۔

عالیجناب حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب جادہ نشین  
 سیال شریف کے تعزیت نامہ سے :-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! کن الفاظ میں اس فہم و  
 حسرت کا اظہار کروں۔ تنہم داغ داغ شدہ پنبہ کی کباہم  
 حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم کے ساتھ اہل حال  
 سے جو صدمہ آپ کو ہوا ہو گا وہ تو یقیناً سب سے زیادہ  
 ہو گا لیکن اس مصیبت عظمیٰ اور دائمی جدائی کا صدمہ تمام  
 دنیائے اسلام کو ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کی دلنوازا ،  
 ایمان افروز اور کفر سوز تقاریر و مواعظ سے ہم سب  
 محروم رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات جنت میں  
 بلند فرمائے۔ اور ان کی مساعی جمیلہ اور حسنات کا اجر  
 جزیل اور آپ کو صبر و استقامت عطا فرما دے۔  
 اللہ تعالیٰ آپ کو ان کا صحیح جانشین اور نعم البدل بنائے  
 مولانا مرحوم کے قائم کردہ ادارہ کو قائم رکھنے کی کوشش  
 کیجئے تاکہ ان کی روح ہمیشہ خوش و خرم رہے الخ  
 حضرت مولانا قادی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم  
 دیوبند تحریر فرماتے ہیں

”بعد سلام و مسنون آنکہ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب کے  
 انتقال پر ملال کا بید صدمہ ہوا مولانا موصوف بڑی  
 خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ اس مرحوم کو اپنی رحمتوں  
 سے نواز کر اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ اور ان  
 کے پسماندگان و متوسلین کو صبر جمیل اور نیران کے نقش قدم  
 پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام“  
 حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع کا کاخیل مدرس  
 اعلیٰ دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں :- اہل  
 مسنون کے بعد ملتیں ہوں مولانا بکوی کے انتقال کی خبر پہنچی  
 میں کیا کہوں کہ مجھے کتنا صدمہ ہوا۔ اتنی دیر ہو گئی۔ مگر اب  
 تک آبدیدہ ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنا سخت اثر کیوں  
 ہوا۔ شاید کسی کی وفات پر اتنا اثر ہو۔ الا ماشاء اللہ  
 مرحوم نے جب ہمیں اپنا گرویدہ بنایا۔ تو ہم سے ہمیشہ کے  
 کے واسطے رخصت ہو گئے۔ دین کی تبلیغ و اشاعت میں اتنا  
 منہمک اتنا انتھک کام کرنے والا اور اپنی ساری  
 زندگی کو اس کے لئے وقف کرنے والا بہت کم ملتا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور اپنی  
 غیر تنہا ہی نعمتوں سے مالا کرے۔ مرحوم عجیب معاملہ فہم۔ قدر  
 شناس اور قدر دان انسان تھے۔ ایسی فضائیں وہ کہ  
 ہمارے بزرگوں سے رو بہ پیدا کرنا یا ان کو بڑھانا ان  
 کی ذہانت اور انصاف کا تین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم  
 کو بار بار رحمت سے سیراب کرے اور ان کے جملہ پسندوں  
 کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے۔ اور ان کے نائب  
 و جانشین کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ کہ جس جہاد کو اس  
 مرحوم نے جاری کیا تھا۔ نہایت خلوص و ولہیت کے ساتھ  
 انجام دیتا رہے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب جادہ نشین خانقاہ  
 سراجیہ مجددیہ کنڈیاں شریف تحریر فرماتے ہیں :-  
 فقیر ابھی تک سفر ہی میں ہے۔ سہ ماہ پرچ کو اخبار انقلاب

میں حضرت مولانا ظہور احمد صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھی بہت صدمہ ہوا مولانا پاک مروح کی مغفرت فرمائے۔ اور جملہ پسماندگان کو صبر و استقامت نصیب فرمائے۔

حضرت صاحبزادہ سید سر غلام محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ گولڑہ شریف تحریر فرماتے ہیں مولانا مروح کی وفات حسرت آیات کی خبر سے بید صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ مروح کو جو اہر رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جملہ اعزاء کو میری طرف سے بعد دعا و سلام کے تعزیت۔ والسلام۔

مولانا عبد السلام صاحب فاروقی دار المبلغین لکھنؤ سے تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حادثہ فاجعہ اخبار زمیندار سے معلوم ہوا۔ اسی وقت تعزیت کا تار روانہ کیا۔ اس حادثہ کا ایسا صدمہ ہوا۔ جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ خلاصہ یہ ہے پنجاب میں مذہب و ملت کا ایک ذہر دست ستون گر گیا۔

وہا کانت قیس ہلکے ہلکے واحدی  
ولکنہ بنیان تویم تھلّ ما

وہ میرے بہت اچھے دوست تھے۔ جیسا صدمہ ہم لوگوں کو ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ خود حاضر ہو کر تعزیت کروں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دس یا گیارہ اپریل کو بھیرہ ماحر ہوں گا حضرت والدی الماجد مدظلہ العالی۔

مولانا عبد الشکور صاحب اکا والا نامہ بھی ارسال ہے۔ مولانا پیرزادہ محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری تحریر فرماتے ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ابھی ابھی مولانا سیاح الدین صاحب کے خط سے

حضرت مولانا بگوی نور اللہ مرقدہ کے انتقال پر ملال کی خبر وشت اثر معلوم ہوئی۔ دل پر بجلی سی گئی۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قلم کو یاد نہیں

کہ اس وقت کچھ لکھ سکے میں سمجھتا ہوں کہ آپ آج ہی تمیم ہو گئے ہیں۔ پنجاب کا ایک دلیر مجاہد اٹھ گیا۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ مولانا کی قبر پر رحمتیں نازل فرمائے۔ اور آپ کے تمام متعلقین کو صبر کی توفیق بخشے اور مولانا کے فیوض امداد و حنوب الانصاف اور سالہا سال سلام کو قائم و دائم رکھے پرسوں یہاں کی مساجد میں دعا و فاتحہ خوانی کرائی جائے گی۔

ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ پرسوں جمعہ کے روز یہاں کی بہت سی مساجد میں مولانا کے لئے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کرائی گئی پنجاب یو۔ پی۔ بی کے سینا اخبارات کو اس مضمون کا اعلان بھیج چکا ہوں کہ ہندوستان کے ہر مقام پر مولانا کے لئے دعا کی جائے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرسول صاحب کلاں بکھری تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب کی وفات کی خبر پہنچی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہر کہ آمد بہ جہاں اہل فنا خواہ شد  
آنکہ پایندہ و باقیست خدا خواہ شد

کیا عرض کیا جائے کہ اس سانحہ جانگاہ اور واقعوں ہوشیاری کے پرٹھنے سے کیا صدمہ دل کو پہنچا۔ اضطراب و بے قراری کی کوئی حد نہ ہی۔ تقدیر بانی کے سانحہ کوئی چارہ نہیں ایسے مصائب میں سوائے صبر کوئی جیلہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو عزیق رحمت فرمائے۔ خدا کرے جو نظام دینی اور سلسلہ اسلامی وہ قائم کر گئے ہیں۔ وہ بدستور قائم ہے اور جو باغ وہ لگائے ہیں وہ ہمیشہ تازہ و شاداب پھلتا پھولتا ہے۔

علامہ رحمت اللہ صاحب ارشد بھادپور سے تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا ظہور احمد کی زندگی مسلمانان عالم کا مشترک سرمایہ عزت و آبرو تھا۔ اُن کا انتقال قومی اور ملی لحاظ

عبدالرحیم سیٹھ صاحب پونہ کیمپ۔

جناب قبلہ و کعبہ مولانا قاسمی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جناب قبلہ و کعبہ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب کی وفات کی خبر سن کر بیحد ہنج ہوا۔ دلی ہیقرا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی چیز گم ہو گئی۔ پورا دن ہیقرا سی سے گزرا۔ خیر خدا کی یہی مرضی تھی یہاں پر بھی جامع مسجد میں قرآن خوانی کی گئی تھی۔ میں ہر روز سچ کچھ نہ کچھ قرآن شریف کی آیات پڑھ کر مولانا کی روح کو ثواب پہنچاتا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ اس طریقہ پر قائم رکھے۔

(عبدالرحیم از پونہ کیمپ)

مولانا نصر اللہ خاں صاحب عزیز مدیر اخبار "کوثر" لاہور تحریر فرماتے ہیں۔

مکرمی حاجی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! محب محترم مولانا ظہور احمد صاحب بکوی کے انتقال کی خبر پکا یک سنی اور بیحد صدمہ ہوا۔ مرحوم سے مجھے تحریک خلافت کے زمانہ سے نیا نہ حاصل تھا۔ اور ان کی خوبیوں سے دل متاثر تھا۔ حال ہی میں جب لاہور جلسہ تنظیم اہل سنت میں شریک ہونے کے لئے تشریف لائے۔ تو سرسری سی ملاقات چلے ہی میں ہوئی۔ اس کا وہم و گمان ہی نہ تھا کہ یہ سرسری ملاقات آخری ملاقات ہو گئی۔ مجھے اس صدمہ میں اپنا شریک تصور کیجئے۔ مولانا کی اصل زندگی ان کا وہ سلسلہ خدمت دین تھا۔ جسے وہ قائم کر گئے ہیں۔ دفتر کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ حزب الانصار کا امیر آپ کو مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ماہ حق و صواب پر چلا کر خدمت حق کی توفیق عطا کرے۔ میری دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں میں اپنے عزیز دوست کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی توفیق کی۔

(باقی آئندہ)

سے ناقابل تلافی اور ناقابل برداشت صدمہ ہے۔ انا اللہ اعلم۔ الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور احباب و اقارب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ مبلغ اسلام مولانا مال حسین صاحب اختر لاہور سے تحریر فرماتے ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت مولانا ظہور احمد صاحب کے انتقال کی خبر سن کر دلی پرکھلی گئی۔ آہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں حضرت مولانا کا انتقال مسلمانان ہندوستان کے لئے ایک جاننا حادثہ ہے۔ میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میرا تبلیغی باز و ٹوٹ گیا اسلام کا وہ بڑی اور بہادر پہلوان جس نے رفض و مرذاتیت کو پنجاب میں سرنگوں کر دیا تھا ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گیا۔

ہزاروں سال زنگیں اپنی بے فوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و دیدار حضرت مولانا مرحوم کی مفارقت کے منہج و غم میں بے حد محزون ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے کر ان پر اپنی بیحد رحمت نازل فرمائے آمین۔ انجمن امداد الاسلام دیوبند۔ محترم المقام مولانا محمد بہا الحق صاحب زید مجدکم۔ بعد سلام سنون اخبارات میں جناب والا کی اپیل بغرض ایصال ثواب حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم دیکھی۔ کل بعد نماز جمعہ دفتر انجمن امداد الاسلام دیوبند میں مولانا مرحوم کے لئے ختم قرآن شریف کرایا گیا۔ اور تمام اراکین انجمن امداد الاسلام انورہ دارالمطالعہ دیوبند نے مولانا مرحوم کے لئے دعا مغفرت کی۔ خداوند عالم مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ثم آمین۔

احقر۔ سید حسن رضوی عفا اللہ عنہ

سکرٹری انجمن امداد الاسلام دیوبند۔ اپریل ۱۹۳۵ء